

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

درود شریف

پڑھنے کا

شرعی طریقہ

تالیف

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ  
شاہ الحدیث لا اہلسنت

ماہ

مکتبہ صفا کیش، لاہور

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ سولے

ایمان والو تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو۔

زیہارا ازاں قوم نباشی کہ فریبند حق را بسجودے و نبی را ہدایتے

## درود شریف کھٹے کا شرعی طریقہ

~~~~~ جمیع ~~~~~

قرآن کریم اور حدیث شریف سے درود شریف، دعا اور ذکر کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے اور ٹھوس تاریخی حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد بلند آواز کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا خیر القرون میں کہیں وجود نہ تھا بلکہ یہ اٹھویں صدی ہجری میں مصر کے بعض افسیوں کی ایجاد کا جزو ہے اور اس بدعت کے ثبوت پر بڑے بڑے فقیہوں نے مخالف کے ایک مولوی صاحب نے جو دلائل پیش کئے ہیں انکا ناما بھی عرض کر دیا گیا ہے کہ ان میں کوئی وزن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق رحمت فرمائے آمین۔

~~~~~ ناشر ~~~~~  
مکتبہ صفحہ نیر و مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

فروری ۲۰۱۰

طبع ۱۱

۷

|          |       |  |
|----------|-------|--|
| نام کتاب | ..... | درد و شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ   |
| تصنیف    | ..... | امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> |
| تعداد    | ..... | گیارہ سو (۱۱۰۰)  |
| قیمت     | ..... | ۳۰/- (تیس) روپے  |
| مطبع     | ..... | کئی مدنی پرنٹرز لاہور  |
| ناشر     | ..... | مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نھرة العلوم گوجرانوالہ                              |

﴿..... ملنے کے پتے .....﴾

- |  |                                       |
|--|---------------------------------------|
| ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور               | ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور       |
| ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور         | ☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور        |
| ☆ دارالکتاب اردو بازار لاہور                   | ☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور            |
| ☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور         | ☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور        |
| ☆ مکتبہ امدادیہ بی ہسپتال روڈ ملتان            | ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان                  |
| ☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان               | ☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک               |
| ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک                | ☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور       |
| ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار اوپنڈی            | ☆ مکتبہ فریدیہ اسلام آباد             |
| ☆ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ                           | ☆ ادارہ الانور بخوری ٹاؤن کراچی       |
| ☆ اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک کراچی             | ☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی     |
| ☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ    | ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ |
| ☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جامع مسجد بوہڑ والی گکھڑ |                                       |

## فہرست مضامین

- ۱۶ بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا کامیابی کا ضامن ہے۔
- ۱۶ لڑائی کے موقع پر آواز بلند کرنا پسند نہیں ہے۔
- ۱۸ قیامت کے دن ان لوگوں کا دہرہ  
بلند ہوگا جو بکثرت ذکر کرتے ہیں۔
- ۲۰ دُعا سے پیاری چیز  
اللہ تعالیٰ کے ہاں اور کوئی نہیں۔
- ۲۱ دُرود شریف کی بڑی فضیلت آئی ہے۔
- ۲۳ ذکر کا طریقہ کہ وہ آہستہ مطلوب ہے  
تہران کریم اور حدیث شریف
- ۲۵ ائمہ اربعہ کا اتفاق کہ ذکر آہستہ ہونا چاہیے
- ۲۵ ہاں تعلیم کی خاطر آواز بلند کرنا جہاد بات ہے،
- ۲۶ امام ابوحنیفہ جلیل آواز سے ذکر کو بدعت سمجھتے ہیں۔
- ۲۶ اگلا استدلال قرآن کریم سے ہے کہ سیری و ظہری
- قیامت کی نشانیوں میں سے مسجدوں میں آواز بلند کرنا ہے۔
- ۵ پیش لفظ
- ۶ آخر زمانہ میں جھوٹی حدیثیں اور  
باتیں بکثرت ہونگی ان سے بچو۔
- ۷ ہر سال لوگ نئی بدعت گھڑتے رہیں گے۔
- ۸ بدعت کو سنت کا دہرہ دے دیا جائیگا
- ۹ آخر زمانہ میں جاہل عباد اور  
فاسق قاری پیدا ہوں گے
- ۱۰ بدعتی محض اپنی ساکھ کیلئے بدعت گھڑیں گے
- ۱۱ بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔
- ۱۲ بدعتی شفاعت سے محروم ہوتا ہے۔
- اگر نمازوں کے بعد بلند آواز سے  
دُعا کرنا عبادت ہوتی تو سب
- ۱۳ پہلے اس کو آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کرتے۔

۳۶ { لیکن حدیث میں خلفاء راشدینؓ کو سنت کو لازم پکڑنے کا حکم آیا ہے نہ کہ سلطان عادل کی

۳۷ { اس کے بدعت ہونے پر امام ابن حجر مکیؒ کا حوالہ

۳۸ { یہ کارروائی بلا دلیل، اور اس سے منع کرنا چاہیے۔ شریعت کے مطلق احکام میں قید لگانا درست نہیں

۳۹ { ذکر آئینہ مہتر سے حدیث شریف امام سخاویؒ نے اذان سے قبل و بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنے پر ایشاف علماء ذکر کیا،

۴۰ { امام سخاویؒ وغیرہ کا اس کو بدعت حسنة کہنا بلا دلیل ہے

۴۱ { اہل السنۃ والجماعہ کی تعریف حافظ ابن کثیرؒ سے فرقہ ناجیہ کون ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے فرقہ غیر ناجیہ کون ہے؟

۴۲ {

۲۷ { حالانکہ بعض علماء نے ذکر کو بھی مسجد میں باواز بلند حرام کہا ہے۔

۲۸ { حضرات صحابہ کرامؓ کا یہ طریقہ نہ تھا

۲۹ { دو عالمی آئینہ ہونی چاہیے فتاویٰ سرحدیہ وغیرہ درود شریف جہر سے پڑھنا بدعت ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ

۳۰ { اذان کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کی بدعت ۹۱ھ میں مصر میں جاری ہوئی۔

۳۱ { ایک جاہل صوفی اور ظالم حاکم کی وجہ سے یہ رائج ہوئی۔

۳۲ { آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے زمانہ میں یہ نہ تھی، امام شحرانیؒ

۳۳ { سلطان صلاح الدینؒ نے رافضیوں کی بدعت کو قانوناً منسوخ کر کے اسکو جاری کیا

۳۴ {

# پیش لفظ

(طبع سوم)

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ

أَمَّا بَعْدُ:—

جوں جوں زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرون مشہور دہا  
 بالآخر سے دُور ہوتا جا رہا ہے، دُوں دُوں امور دین اور سنت میں  
 رخنے پڑتے جا رہے ہیں۔ ہر گروہ اور ہر شخص اپنے من مانے  
 نظریات و افکار کو خالص دین بنانے پر تلا ہوا ہے، اور تمام  
 نفسانی خواہشات اور طبعی میلانات کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر  
 دین اور سنت ثابت کرنے کا ادھار کھائے بیٹھا ہے اِلَّا مَنْ  
 شَاءَ اللّٰہُ اور ایسی ایسی باتیں دین اور کارِ ثواب قرار دی جا رہی

ہیں کہ سلفِ صالحینؑ کے وہم و گمان میں بھی وہ نہ ہونگی حالانکہ دین صرف وہی ہے جو ان حضرات سے ثابت ہوا ہے اور انہی کے دامنِ تحقیق سے وابستہ رہنے میں نجات منحصر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح شرک و بدعت کی تردید فرمائی ہے، اتنی تردید کسی اور چیز کی نہیں فرمائی اور تمام بدعات اور مخترعات سے باز رہنے کی سختی سے تاکید فرمائی ہے اور خصوصاً وہ بدعات جو قیامت کے قریب رونما ہوں گی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

يكون في آخر الزمان كجائون  
كذابون ياتونكم من الاحاديث  
بالم تسعوا انتم ولا اباؤكم  
فاياكم واياهم لا يضلونكم  
ولا يفتنونكم (مسلم جلد ۱ ص ۲۸)  
ومشکوۃ جلد ۱ ص ۲۸

آخر زمانہ میں کچھ ایسے دجال اور  
کذاب ہوں گے جو تمہارے سامنے  
ایسی حدیثیں اور باتیں پیش کریں گے  
جو نہ تو تم نے سنی ہوں گی اور نہ  
تمہارے آبا و اجداد نے۔ پس  
تم ان سے بچو اور ان کو اپنے قریب  
نہ آنے دو تاکہ وہ تمہیں نہ تو گمراہ کر  
سکیں اور نہ نقتے میں ڈال سکیں۔

اور اُن کی ایک روایت میں ہے :-  
 يَا تَوَكَّم بَدْعٌ مِنَ الْحَدِيثِ      کہ تمھارے پاس وہ گھڑ گھڑ کر حدیثیں پیش  
 الْحَدِيثِ (الْبَدْعِ وَالنَّبِيَّ عَنْهَا)      کریں گے یا بدعات کا وجود حدیث  
 سے ثابت کریں گے۔

اہل بدعت کے جتنے فرقے ہیں وہ اپنے منوعوم افعال کی  
 بنیاد ایسی بے سرو پا احادیث پر رکھتے ہیں جن کا مستبر کتب  
 حدیث میں کوئی وجود نہیں اور اگر کہیں ہے بھی تو محدثین نے  
 ان کو ضعیف اور معلول قرار دیا ہوتا ہے اور اہل بدعت  
 ایسی ایسی بدعات آئے دن نکالتے رہتے ہیں کہ پہلے ان سے  
 کوئی شناسا نہ تھا اور جیسے جیسے قیامت نزدیک آتی رہے گی،  
 نبی نئی بدعات جنم لیتی رہیں گی اور سنت منطلومہ اٹھتی چلی  
 جائے گی۔ فوا اسفاً۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ :-  
 مَا يَأْتِي عَلَى النَّاسِ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا  
 أَحْدَثُوا فِيهِ بَدْعًا وَمَا تَوَافَاهُ  
 سُنَّةٌ حَتَّى تَخْبِي الْبَدْعَ وَتَمُوتَ  
 السُّنَّةُ (الْبَدْعِ وَالنَّبِيَّ عَنْهَا) ۳۸  
 جو نیا سال لوگوں پر آئے گا اس میں  
 وہ کوئی نہ کوئی نئی بدعت گھڑیں گے اور  
 سنت کو مٹادیں گے حتیٰ کہ بدعتیں زندہ  
 کی جائیں گی اور سنتیں مٹ جائیں گی۔

للإمام محمد بن وضاح القرطبي الأندلسي ح

المتوفى سنة طبع مصر

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔ اور یہ ہو  
کچھ فرمایا بالکل بجا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :-

كيف انتم اذا البستم فتنه يربو  
فيها الصغير ويهرم فيها الكبير  
وتخذ سنة يجرى عليها فاذا غير  
منها شئ قيل غيرت السنة  
قيل مني ذلك يا ابا عبد الرحمن  
فقال اذا اكثر قراؤكم وقل  
فقهاءكم وكتراة واكم وقل  
امناءكم والتست الدنيا بعمل  
الآخرة وتفقه لغير الدين  
(البدع والنهي عنها ص ۵۹)

تختاری کیا حالت ہوگی جبکہ تم پر  
فتنہ چھا جائے گا۔ اس فتنہ میں بچے  
بڑے ہوں گے اور عمر رسیدہ بوڑھے ہو  
جائیں گے اور اپنی طرف سے ایک  
سنت گھڑی جائیگی جس پر عمل ہوتا  
رہے گا۔ جب اس کو بدلنے کی کوشش  
ہوگی تو کہا جائیگا، ہٹے سنت بدل دی  
دریافت کیا گیا ہے ابو عبد الرحمنؓ یہ  
کب ہوگا؟ فرمایا کہ جب تمھارے  
قاری زیادہ ہو جائیں گے اور فقہاء کم  
ہوں گے اور مال زیادہ ہوگا اور امین  
کم ہوں گے اور آخرت کے عمل کے بدلہ

میں دنیا طلب کی جائیگی اور دین کا علم  
محض دنیا کمانے کا ذریعہ بن جائے گا۔  
(یاد دین کے علاوہ اور فنون میں مہارت  
پیدا کی جائے گی)۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ :-

يكون في آخر الزمان مجادٌ جهالٌ  
وقراءٌ فسقة (حل لک۔ صحیح)

آخر زمانہ میں جاہل عابد ہوں گے اور  
فاسق قاری ہوں گے۔

(الجامع الصغير جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ طبع مصر)

ظاہرات ہے کہ جب عبادت کا شوق ہوگا اور علم نہ ہوگا، تو  
من مانی عبادات تراشیں گے اور بدعات گھڑیں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی کی روایت حکماً مرفوع ہے اور اس میں  
بدعت کے بعض اسباب کا ثوب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ حضرت  
معاذ بن جبل سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :-

تكون فتنة يكثر فيها المال و  
يفتح فيها القرآن حتى يقرأه  
المومن والمنافق والرجل و  
المرأة والصغير والكبير فيقرأه

ایسا فتنہ برپا ہوگا جس میں مال زیادہ  
ہو جائے گا اور قرآن اس میں کھول کر  
پڑھا جائے گا۔ یہاں تک کہ مومن و  
منافق اور عورت و مرد اور

چھوٹے اور بڑے تقریباً سبھی متران پڑھیں گے۔ سو ان میں ایک شخص آہستہ قرآن پڑھے گا تو اس کی پیروی نہیں کی جائے گی تو وہ کہے گا کہ کیوں میری بات نہیں مانی جاتی بخدا میں بلند آواز سے قرآن پڑھوں گا تو وہ چلا چلا کر قرآن پڑھے گا۔ پھر بھی لوگ اس کی طرف مائل نہ ہوں گے تو وہ الگ مسجد بنائے گا۔ اور ایسی ایسی بدعت کی باتیں ایجاد کرے گا کہ قرآن و سنت میں نہ ہوں گی تو تم اس سے بچو۔ اور اس کو اپنے نزدیک نہ آنے دو کیونکہ اس کی یہ کارروائی بدعتِ ضلالہ ہوگی۔ تین مرتبہ یہ الفاظ فرمائے۔

اور یہ روایت ان سے ان الفاظ سے بھی مروی ہے :-

قریب ہو گا کہ کہنے والا کہے گا کہ

الرجل سترًا فلا يتبع فيقول ما  
اتبع فوالله لا قرأته علانية  
فيقرأه علانية فلا يتبع فيتخذ  
مسجدًا أو يبتدع كلامًا ليس من  
كتاب الله ولا من سنت رسول  
الله صلى الله عليه وسلم فاياكم  
واياها فانها بدعة ضلالة  
فاياكم واياها فانها بدعة  
ضلالة فاياكم واياها فانها  
بدعة ضلالة ثلاثا۔

(البدع والنہی عنہا ص ۲۶)

فيوشك ان يقول قائل ما

لوگ میری طرف مائل نہیں ہوتے  
 حالانکہ میں بھی مترآن پڑھتا ہوں؟  
 کیوں یہ لوگ میری پیروی نہیں کرتے؟  
 یہاں تک کہ وہ ان کے لئے بدعت  
 گھڑے گا۔ تاکہ لوگ اس کی طرف  
 مائل ہوں۔ سو تم اس کی بدعت  
 سے بچنا۔ کیوں کہ اس کی کاہلہ دوائی  
 نرمی بدعتِ ضلالہ ہوگی۔

للناس لا يتبعوني وقد قرأت  
 القرآن، ما هم بمتبعي حتى  
 ابتدع لهم غير ما ياكم وما  
 ابتدع فان ما ابتدع ضلالة  
 (البروداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

الغرض بدعت اور بدعتی سے بچنے کی اشد تاکید آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے اور بدعت  
 کی ایسی نحوست پڑتی ہے کہ دُنیا میں توبہ کی توفیق نصیب نہیں  
 ہوتی اور آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت  
 سے محرومی ہوتی ہے (العیاذ باللہ) چنانچہ حضرت انسؓ سے  
 روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و  
 سلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

میشک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر  
 توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

ان اللہ محجز التوبة عن کل  
 صاحب بدعة (البدع والنہی)

عنہما ۵۵ وجمع الزوائد جلد ۱۸

ایک تو بدعت کی نحوست سے دل کی بصیرت اور نیکی کی استعداد مفقود ہو جاتی ہے اور دوسرے جب بدعتی بدعت کو دین اور کارِ ثواب سمجھے گا تو توبہ کیوں کرے گا؟

حضرت بکر بن عبد اللہ المزنی رح سے روایت ہے کہ :-  
 ان النبئی صلی اللہ علیہ وسلم انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 قال قلت لشفاعتی لامتی الا نے فرمایا کہ میری شفاعت میری  
 صاحب بدعت (البدع والنہی عنہما) ساری اُمت کے لئے ثابت ہوگی،  
 مگر بدعتی کے لئے نہیں ہوگی۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کے لئے تو آپ کی شفاعت ہوگی لیکن بدعتی کے لئے نہیں ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں بدعت کبیرہ گناہ سے بھی بدتر ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو تمام گناہوں سے اور خصوصاً شرک و بدعت سے محفوظ رکھے۔ بدعات تو بہت ہیں لیکن چند سالوں میں پاکستان میں جو بدعت وبا کی طرح پھیل گئی ہے وہ مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ، اذانوں سے قبل اور بعد چلا چلا کر درود شریف پڑھنے اور منازوں کے بعد

بہر سے دُعا کرنے کی بدعت ہے ، جس کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔ علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی الغرناطی المتوفی ۳۷۹ھ لکھتے ہیں کہ :-

لو كان الاجتماع للدعاء انزال الصلوة  
 جهرًا للحاضرین من باب البر  
 والنقوی لكان اول سابق الیه  
 انکم لم یفعله اصلاً ولا احد  
 بعدة حتی حدث ما حدث اه  
 (الاعتصام جلد ۳ ص ۲۰ طبع مصر)

اگر نماز کے بعد اجتماعی صورت میں بلند آواز سے دُعا کرنا نیکی اور تقویٰ کے باب سے ہوتا ، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو سب سے پہلے کرتے لیکن آپ نے ہرگز یہ کارروائی نہیں کی اور نہ آپ کے بعد (خیر القرون میں) کسی نے کی ہے ، یہاں تک کہ اب یہ بدعت ظہور پذیر ہوئی ہے ۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

واما ارتفاع الاصوات فی  
 المساجد فناشی عن بدعة  
 الجدل فی الدین اه  
 (الاعتصام جلد ۳ ص ۷)

بہر حال مسجدوں میں چلا چلا کر آوازیں بلند کرنا تو یہ محض دین کے نام پر جھگڑے اور تعصب کے لئے ایجاد کیا گیا ہے ۔

اہل بدعت حضرات کی طرف سے مسجدوں میں بلند آواز سے درود شریف پڑھنے اور جہر سے ذکر کرنے کے بارے میں ایک اشتہار شائع ہوا تھا جو گوجرانوالہ کے ایک خلیفہ صاحب نے شائع کیا تھا، اس کا نہایت محقق خالص علمی اور مٹھوس ہواب ہمارے محترم دوست حضرت مولانا حافظ محمد سعید صاحب ارشد گجراتی کی کوشش اور سعی سے ایک بڑے اشتہار کی شکل میں طبع ہوا تھا، لیکن اس کا مواد زیادہ تھا۔ ہر آدمی اس کو سامنے سے نہیں پڑھ سکتا تھا۔ پھر اس کا خط اور کاغذ بھی معیاری نہ تھا۔ اب انجمن اسلامیہ لکھنؤ اس کو کتابی شکل میں طبع کر رہی ہے تاکہ عوام کو اس سے پورا فائدہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

فاضل مرتب سے بعض حوالوں میں اغلاط صادر ہوئے تھے اب سنی الوسع ان کی اصلاح کر دی گئی ہے۔ تاہم اکثر انسان خطا سے معصوم نہیں ہیں علمی رنگ میں اغلاط کی نشان دہی کرنے والے دوستوں کا شکریہ ادا کیا جائے گا (انشاء اللہ العزیز) اور غل غیاظہ مچانے والوں کا اس جہان میں کوئی علاج ہی نہیں، اس کا پتہ مرنے کے بعد چلے گا۔ انشاء اللہ

وصلی اللہ علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

احقر الناس :- ابوالزہراء محمد رفیع صاحب لکھنؤ  
صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم - گوجرانوالہ -

شعبان ۱۳۸۸ھ  
ذو ہجرت ۱۹۶۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ؟

اما بعد:-

جملہ اہل اسلام کے نزدیک یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی یاد اور اسی ہی سے اپنی تمام ضروریات مانگنا اور طلب کرنا نہ صرف یہ کہ اس کی محبت اور تقرب اور تعظیم کا ذریعہ ہے بلکہ ایک بہت بڑی عبادت بلکہ عبادت الہیہ ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف میں ذکر اور دعا کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر یہ نظریہ آج تک چلا آ رہا ہے اور امتِ موعودہ کے علماء حنفی شیوخ ربانی اور اہل اسلام ہمہ تن ذکر الہی میں مصروف چلے آ رہے ہیں اور اب بھی بفضلہ تعالیٰ اس کے ذکر اور دعا کو دینی اور دنیوی کامیابیوں کا راز سمجھا جاتا ہے۔ کوئی مسلمان اس میں ذرہ بھر تاامل کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہے اور ہر مسلمان اس کو نجاتِ اخروی کا ذریعہ سمجھتا ہے اور نصوصِ قطعیہ

کے پیش نظر ایسا سمجھنا بالکل صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُتِلْتُمْ  
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمَاتَ أَحَدُكُمْ فَمَتَّوْا  
 وَأَدُّوا كَمَا آدَدْتُمْ لَعَلَّكُمْ  
 تَقْلِحُونَ .  
 (پنجا۔ سورۃ الانفال کوع)

یعنی تمہاری فلاح اور کامیابی کا سب سے بڑا راز ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد میں مضمر ہے اور جس کثرت سے تم اس کو یاد کرو گے تم پر رحمت کے دروازے کھلتے جائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ جہاد اور لڑائی کرتے وقت بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ایک محبوب عمل ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقع پر آواز بلند کرنے کو پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان يكوه الصوت عند القتال (مستدرک جلد ۱۱)  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑائی کے وقت آواز بلند کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

اور حضرت قیس بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ :-  
 كان اصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم يكرهون  
 الصوت عند القتال -  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ  
 کرامؓ لڑائی کے وقت آواز بلند  
 کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(مستدرک جلد ۱ ص ۱۱۱)

الحاکم وقال الذہبی هذا اصح

اس سے ثابت ہوا کہ لڑائی کے وقت بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو مگر  
 آہستہ (نعرہ بکبیر کا مسئلہ الگ ہے) اور قرآن کریم میں بے شمار مقامات  
 میں ذکر کی فضیلت آئی ہے اور ذکر کرنے والوں کو بشارت اور مشرہ  
 سنایا گیا ہے اور عقلمندوں کی یہ علامت بتائی گئی ہے۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ  
 فَيَأْمُرُونَ بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ  
 كَمَا كَانُوا يُعْمَلُونَ لَهُمْ  
 لِيَرْحَمَهُمُ اللَّهُ بِضِرَّةِ  
 الْعَيْنِ ذَلِكَ جَدِيدٌ  
 کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ  
 کا ذکر کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور  
 کروٹ پر لیٹے۔ (العمران رکوع ۲۰۷)

یعنی کسی حالت میں بھی وہ یادِ الہی سے غافل نہیں ہوتے،  
 اور ان کا سبب سے لذیذ مشغلہ ہی ذکرِ الہی ہوتا ہے اور ان  
 کی زبان ہر وقت اس کے ذکر اور یاد میں سرگرم عمل رہتی ہے۔  
 احادیث میں ذکرِ اللہ کی ایسی تاکید اور اتنی فضیلت آئی

ہے کہ اس کے بیان کے لئے عمرِ نوحؑ اور دفتر کے دفتر درکار ہیں جن محدثین کرام نے ذکر کی فضیلت پر الگ اور مستقل کتابیں لکھی ہیں ان کا قصہ ہی چھوڑیے۔ صحاح ستہ ہی میں جو حدیثیں آئی ہیں وہ بھی اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لئے بھی سفینوں کے سفینے درکار ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ  
وَالَّذِي لَا يَذْكُرُهُ مَثَلُ  
الْحَجِي وَالْبَيْتِ (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱۹)

جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے  
اس کی مثال زندہ کمی ہے اور جو ذکر  
ہنہیں کرتا اُس کی مثال مردہ  
کی ہے۔

اور ایک حدیث میں یوں آتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ و  
آلہ وسلم سے سوال کیا گیا :-  
أَيُّ الْعِبَادِ أَفْضَلُ وَأَرْفَعُ دَرَجَةً  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ الذَّاكِرُونَ  
اللَّهُ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ  
(الحدیث) سنن احمد و ترمذی مشکوٰۃ جلد ۱۹

کہ قیامت کے دن بندوں میں  
کس کی فضیلت زیادہ اور کس کا  
درجہ بلند ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ  
جو مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ کو  
زیادہ یاد کرتے ہیں۔

اور ایک حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ آنحضرت  
صلى الله عليه وآله وسلم سے دریافت کیا گیا :-

أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِنَّ  
تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلَسَانُكَ  
رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ -

کہ افضل ترین عمل کونسا ہے؟  
آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس  
حالت میں دُنیا سے جُدا ہو کہ  
تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے  
ذکر سے تر ہو۔

(مسند احمد و ترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱۹)

غرضیکہ بکثرت روایات ذکر اور یاد الہی کی فضیلت  
میں وارد ہوئی ہیں -

دُعا :-

جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے، اسی طرح  
دُعا کرنا اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا بھی بڑی عبادت ہے  
چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ  
لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ  
يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي  
سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ -

اور کہا تمہارے رب نے مجھ کو  
پکارو کہ مہنچوں میں تمہاری پکار  
کو، بیشک جو لوگ تکبر کرتے ہیں  
میری عبادت (پکار) سے وہ عنقریب داخل

(پ ۲۴-المومن- رکوع ۶) ہونگے دونوں میں ذلیل ہو کر۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ دُعا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور سوال کرنے سے گریز کرتے ہیں تو وہ جہنم کے سزاوار ہیں اس سے بڑھ کر دُعا اور پکار کی اور کیا تاکید ہو سکتی ہے؟ اور کُتب حدیث میں بے شمار حدیثیں دُعا کی منزلت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ ایک حدیث میں اس طرح آتا ہے کہ :-

أَلَدُّعَاءُ مُحَمَّدٍ الْعَبْدِ الرَّجُلِ الْكَاذِبِ - اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا اور مانگنا

(ترمذی، مشکوٰۃ - جلد ۱ ص ۱۹۴) عبادت کا خلاصہ ہے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ :-

لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ

مِنَ الدُّعَاءِ (ترمذی، ابن

ماجر، مشکوٰۃ - جلد ۱ ص ۱۹۴)۔ کوئی نہیں ہے۔

بلکہ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ :-

مَنْ كَرِهَ سَأَلَ اللَّهَ يَغْضَبَ

عَلَيْهِ (ترمذی جلد ۲ ص ۱۶۳) کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ :-

مَنْ لَئِي دَعَا اللَّهَ يَغْضَبَ

جَوَّالَهُ تَعَالَى سَ نَهَيْتِ مَا لَمَّا تَوَدَّ

عَلَيْكُمْ (مستدرک جلد ۱ ص ۴۹) اس سے ناراض ہوتا ہے۔

کیونکہ خزانے صرف اسی کے پاس ہیں تو جو شخص اس قادر مطلق کے خزانے اور اس کا در چھوڑ کر کہیں اور ٹھوکریں کھانا پھرتا ہے تو وہ اس سے یقیناً ناراض ہوتا ہے کہ وہ قادر کو چھوڑ کر عاجز کے پیچھے بھاگتا ہے۔

دُرُودِ شَرِيف :

جس طرح ذکر اور دُعا عبادت ہے اسی طرح دُرُودِ شَرِيف بھی ایک عمدہ ترین عبادت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ  
عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا  
(پس) اے مومنو! تم بھی صلوٰۃ  
بھیجو اس پر اور سلام بھیجو،  
سلام کہہ کر۔

صلوٰۃ کی اضافت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مُراد رحمت ہوتی ہے اور جب فرشتوں کی طرف اضافت ہوتی ہے تو اس سے مُراد دُعا و رحمت ہے۔ اسی

طرح مومنوں کی طرف بھی صلوة کی اضافت طلبِ رحمت کے معنی میں ہے یعنی خداوند تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور آپ کی ثنا اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی طلبِ رحمت کی دُعا کرتے ہیں سو تم بھی آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت کے نزول کی دُعا کرو اور حدیث شریف میں درود شریف کی جو شان اور درجہ بیان ہوا ہے وہ احصاء و شمار سے باہر ہے چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ :-

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم جلد ۱  
ص ۱۷۱ مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۸۶)

جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔

اور ایک حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ :-

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ  
وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيئَاتٍ  
(مسند رکن جلد ۱ ص ۵۵ صحیح)

جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔

اور ایک حدیث شریف میں اس طرح آتا ہے کہ :-

مَا جَلَسَ قَوْمٌ يَدْكُرُونَ اللَّهَ

جو قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے

لَمْ يُصَلُّوا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَانَ  
 ذَلِكَ الْجَلْسُ عَلَيْهِمْ تَرَةً -  
 الحدیث مستدرک جلد ۵۵

بھی ہو اور اس نے آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا  
 ہو تو وہ مجلس اس کے لئے باعث  
 وبال ہوگی -

صحیح و مشکوٰۃ جلد ۱۹۰

الغرض درود شریف کی بڑی ہی تاکید اور فضیلت آئی ہے  
 کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ذکر اللہ اور درود شریف  
 کے پاک الفاظ سے ہر وقت اپنی زبانوں کو تر رکھتے ہیں اور  
 تقرب خداوندی کے زینوں پر دم بدم چڑھتے رہتے ہیں -  
 ذکر کا طریقہ -

قرآن کریم صحیح احادیث اور جمہور امت کے متفقہ فیصلہ  
 سے یہ ثابت ہے کہ ذکر اہستہ ، عاجزی اور انکساری کے ساتھ  
 کرنا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ  
 تَضَعًا وَخِيفَةً وَدُورًا كَلْمًا  
 مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدِّ وَالْأَصَالِ  
 وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ -

اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل  
 میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور  
 ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے  
 سے کم ہو صبح کے وقت اور شام

(پ۔ الاعراف - رکوع ۲۴) کے وقت اور نہ ہو غافلوں میں سے۔

اس آیتِ کریمہ سے روزِ روشن کی طرح یہ معلوم ہوا کہ ذکرِ دل میں کرنا چاہیے اور جہر کے ساتھ ذکر کو رب العزت نے پسند نہیں فرمایا الا یہ کہ خود شریعت سے کسی خاص موقع پر ثابت ہو اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام نے ایک موقع پر بلند آواز سے ذکر کیا تو آپ نے ان کو اس سے منع کیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ :-

أَيُّهَا النَّاسُ اذْبَعُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ  
لَيْسَ تَدْعُونَ أَحَدًا  
غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا  
قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ  
لے لوگو! اپنی جان پر نرمی کرو تم  
اس ذات کو تو نہیں پکار رہے  
ہو جو بہری اور غائب ہو (بلکہ تم  
تو سمیع اور بعیر کو پکار رہے ہو جو  
تمہارے ساتھ ہے۔

(بخاری جلد ۲۰، مسلم جلد ۲۴)

والفظلہ

یہ حدیث بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذکر بالجہر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔ امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

ففيه التدب الى خفض الصوت بالذكر اذا لم تدع

حاجۃ الی رضعہ -

(شرح مسلم جلد ۳ ص ۲۷۲)

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جب بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے کا کوئی داعیہ پیش نہ آئے تو آہستہ ذکر کرنا ہی بہتر ہے۔ اور چاروں امام (حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ) اور ان کے متبعین اس بات پر متفق ہیں کہ ذکر آہستہ ہی بہتر ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ :-

وقال ابن بطال المذاهب الاربعۃ علی عدم استحبابہ

(البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۲۷۲ و ہامش بخاری جلد ۱ ص ۱۱۶) امام ابن

بطالؒ نے فرمایا کہ چاروں مذاہب اس پر متفق ہیں کہ جہر سے ذکر کرنا مستحب نہیں ہے۔ یہ سوال بالکل واضح ہے اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں :-

والمختار ان الامام والمأموم  
یخفیان الذکر اکثراً اذا احتجبت  
الی التعلیم (فتح الباری جلد ۲ ص ۲۵۹)

کہ مختار امر صرف یہی ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ ذکر کریں ہاں مگر جب کہ تعلیم کی ضرورت پیش آئے تو جہاں بات ہے۔

اور امام ابو حنیفہؒ ذکر کے متعلق ضابطہ بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ :-

ولابی حنیفةً ان رفع الصوت  
بالذکر بدعة مخالف للامر  
فی قوله تعالی اذعوا ربکم  
تضرعاً وحقیةً انہ لا  
یحیب المعتدینہ الا ماخص  
بالاجماع (کبیری ص ۵۶۶)

کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا بدعت  
ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول  
کے مخالف ہے کہ تم اپنے رب  
کو عاجبزی سے اور آہستہ پکارو  
بے شک وہ تجاوز کرنے  
والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ہاں  
البتہ وہ ذکر جس کا جہر اجماع  
سے ثابت ہو۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب العنقیؒ لکھتے ہیں کہ :-

ثم اجمع العلماء علی ان الذکر  
سرّاً هو الافضل والیحمر  
بالذکر بدعة الا فی مواضع  
مخصوصة مشت الحاجة  
فیها الی البحر بہتہ كالاذان  
والاقامة وتکبیرات  
التشریق وتکبیرات

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق  
ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی بہتر ہے  
اور بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت  
ہے مگر ان مقامات پر جہاں جہر  
کی (شہعی) ضرورت پیش  
آئے مثلاً اذان اور اقامت اور  
ایام تشریق (یعنی بڑی عید کے

الانتقالات فی الصلوٰۃ للامام  
والتسبیح للمقتدی اذا ناب  
نائبة والتلبیة فی الحج ونحو  
ذلك (تفسیر مظہری جلد ۳)

دنوں کی تکبیریں) اور امام کے  
لئے نماز میں رکوع اور سجود وغیرہ  
کی طرف انتقال کی تکبیریں یا امام  
بھول جئے تو مقتدی کو سبحان اللہ  
کہنا یا حج کے موقع پر لبتیک کو بلند  
آواز سے پڑھنا وغیرہ۔

اور حدیث شریف میں قیامت کی نشانیوں میں سے ایک  
نشانی یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی  
ہے کہ :-

وظہرت الاصوات فی  
المساجد (ترمذی، مشکوٰۃ  
جلد ۲ ص ۴۷)

مسجدوں میں آوازیں بلند اور  
ظاہر ہوں گی۔

اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی بن القاریؒ لکھتے ہیں کہ :-  
وقد نص بعض علمائنا بان  
رفع الصوت فی المسجد ولو  
بالذکر حرام (موقات جلد ۵ ص ۱۷۷)

ہمارے بعض علماء نے صراحت  
کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مسجد  
میں آواز بلند کرنا اگرچہ ذکر کے  
ساتھ ہو، حرام ہے۔

تعجب اور حیرت ہے کہ اپنے کو حنفی کہلانے والے قرآن و حدیث سے قطع نظر فقہاء احناف رحم کی تصریحات کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں اور گھگھے پھاڑ پھاڑ کر مسجدوں کی بے حرمتی کرتے کرتے ہیں اور پھر بھی حنفی بنے ہوئے ہیں اور اس پر ثواب کے امیدوار ہیں۔ حضرت ملا علی بن القاریؒ نے حضرات صحابہ کرامؓ کی سادہ اور سنت کے مطابق زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے (اقلہا تکلفاً کی شرح میں) یہ بھی لکھا ہے کہ :-

ولا یقولون للاذکار والصلوات  
برفع الصوت فی المساجد  
وہ مسجدوں اور گھروں میں بلند  
آواز کے ساتھ ذکر اور درود شریف  
پڑھنے کے لئے کوئی حلقہ نہ قائم  
کرتے تھے۔

دُعا :-

اگرچہ ذکر اور دُعا کا مال ایک ہی ہے لیکن لفظی فرق کے پیش نظر دُعا کا شرعی طریقہ بھی سن لیجئے۔ ابھی تشریح کریم کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ اپنے رب کو عاجزی سے آہستہ پکارو امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ :-

اما الدعاء فیسیر بہ بلاخلاق  
اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں

(شرح مسلم جلد ۳۱۱) کہ دُعا آمہتہ کرنی چاہیے۔  
 اور امام سراج الدین الحنفی رحمہ اور ملا علی بن القاریؒ لکھتے ہیں کہ :-  
 يستحب في الدعاء الخفاء و رفع الصوت بالدعاء بدعة  
 دُعا کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ آمہتہ  
 کی جائے اور بلند آواز سے دُعا  
 کرنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ سواجیہ ص ۲۷ و موصوفا  
 کبیر ص ۱)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ امام حسن بصریؒ کے  
 حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ :-  
 ان رفع الصوت بالدعاء بلند آواز سے دُعا کرنا بدعت  
 بدعة (بلاغ المبین ص ۶۷) ہے۔  
 ان تمام ٹھوس حوالوں سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ذکر  
 اور دُعا بلند آواز سے بدعت ہے۔

### دُرُودِ شَرِيفِ

عرض کیا جا چکا ہے کہ دُرُودِ شَرِيفِ کا پڑھنا ایک بہت  
 بڑی عبادت اور تقربِ خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے لیکن اسی  
 طریقی سے جس طرح کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاں اور خیر القرون  
 میں پڑھا جاتا تھا نہ تو دُرُودِ شَرِيفِ کے حلقے باندھے جاتے

تھے اور نہ بلند آواز سے پڑھا جاتا تھا جیسا کہ مرقات کے سوال سے گزر چکا ہے اور فقہ حنفی کی مستند کتاب میں ذکر بالجہر کے بارے میں لکھا ہے :-

عن فتاوی القاضی انہ حرام  
 لما حم عن ابن مسعود انه اخرج  
 جماعة من المسجد يهللون  
 ويصلون على النبي صلى الله  
 عليه وسلم جهراً وقال لهم  
 ما اراكم الامبتدعين۔  
 قاضی صاحب کے فتاویٰ میں ہے  
 کہ ذکر بالجہر حرام ہے کیونکہ صحیح  
 سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود  
 سے ثابت ہے کہ انہوں نے  
 ایک جماعت کو مسجد سے اسلٹے  
 نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے  
 لا الہ اور درود شریف پڑھتی تھی  
 اور فرمایا کہ میں تو تمہیں بدعتی  
 ہی سمجھتا ہوں۔  
 (شامی جلد ۵ ص ۵)

دیکھئے کہ جلیل القدر صحابی نے جو کوفہ کے گورنر تھے بلند آواز سے ذکر کرنے والوں اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنے والوں کو مسجد سے نکال دیا تھا اور فرمایا کہ تم بدعتی ہو۔ اگر اس فعل کی کچھ بھی گنجائش ہوتی تو موصوف ایسا کبھی نہ کرتے حیرت ہے کہ اس وقت پڑھنے والے بھی ہوتے تھے۔ درود شریف بھی

تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت بھی بدرجہ اتم تھی مگر گلے پھاڑ پھاڑ کر درود شریف پڑھنے کا نہ صرف یہ کہ تصور ہی نہ تھا بلکہ وہ اس کو بدعت اور پڑھنے والوں کو بدعتی سمجھتے تھے اور مسجدوں سے نکال دیا کرتے تھے۔ جب اس وقت بلند آواز کے ساتھ درود شریف پڑھنا کا یہ ثواب نہ تھا تو آج کیوں یہ کارِ ثواب ہو گیا ہے؟ کیا اہل بدعت پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ (معاذ اللہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد تو یہ ہے کہ نجات صرف اس فرقہ کو ہوگی جو ماننا علیہ واصحابی (جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں) پر گامزن ہوگا۔ اہل بدعت سوچ لیں کہ وہ کس راستہ پر چل رہے ہیں۔

سچ ہے کہ ع

کیں راہ کہ تو میرومی بترکتان است  
 اذان کے بعد بلند آواز کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی بدعت  
 یہ ایک تین حقیقت ہے کہ اذان سے قبل یا اذان کے بعد  
 بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا رواج نہ تو آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھا اور نہ خلفاء

راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں تھا اور نہ خیر القرون میں کوئی شخص اس بدعت سے واقف تھا اور نہ ائمہ اربعہؓ میں سے کسی بزرگ نے یہ کارروائی کی اور نہ اس کا فتویٰ دیا، بلکہ تقریباً سات سو نوے ہجری تک کسی بھی مقام پر یہ بدعت رائج نہ تھی۔ اس بدعت کی ابتداء کب ہوئی اور کس نے کی؟ اس میں قدرے اختلاف ہے لیکن قدر مشترک یہ ہے کہ اس کی ابتدا مصر میں ۹۱ھ ہجری میں ہوئی اور اس وقت رافضیوں کی حکومت تھی۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء سیوطیؒ ص ۲۹۸، درمختار جلد ۱ ص ۶۲ اور طحاوی علی مرآتی الفلاح ص ۱۱۲ میں اس کی تصریح ہے کہ اس کی ایجاد ۹۱ھ کو ہوئی اور درمختار میں ۸۸ھ لکھا ہے۔

اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک جاہل صوفی نے یہ طریقہ نواب میں دیکھا (حالانکہ مدارِ شریعت خوابوں پر نہیں ہے اور نہ وہ شرعاً حجت ہیں) تو مصر کے ایک ظالم اور راشی حاکم کے سامنے پیش کیا۔ اس نے قانوناً یہ بدعت جاری کر دی۔ چنانچہ علامہ مقرریمیؒ فرماتے ہیں کہ :-

فمضى الى محتسب القاهرة      وہ جاہل صوفی قاہرہ کے محتسب کے  
 وهو يومئذ نجم الدين محمد      پاس گیا ہو۔ اس وقت نجم الدین

محمد الطنبندی تھا جو ایک جاہل شیخ تھا۔  
 قضا اور محاسبہ میں بد اخلاق تھا۔  
 ایک ایک درہم پر جان دیتا تھا  
 اور کمینگی اور بے حیائی کا پتلا تھا  
 حرام اور رشوت لینے سے دریغ  
 نہیں کرتا تھا اور کسی مومن کی  
 قرابت اور ذمہ کا پاس اس کو  
 نہ تھا۔ گناہوں پر بڑا حریص تھا  
 اور اس کا جسم ملل حرام سے پلا  
 ہوا تھا۔ اس کے نزدیک علم کا  
 کمال بس وسار و بھتہ تھا اور یہ  
 سمجھتا تھا کہ رضا الہی اللہ تعالیٰ کے  
 بندوں کو کوڑے لگانے اور عہدہ  
 قضا پر برابر جمارہنے سے ہے اس  
 کی جہالتوں کے قصے اور اس کے  
 گندے افعال کے قصے ملک  
 میں مشہور تھے۔

الطنبندی وكان شيخا جهولا  
 سئى السيرة فى الحسينة  
 والقضامتها فتأ على الدرهم  
 ولو قاده الى البلا لا يجتشم  
 من اخذ البرطيل والرشوة  
 ولا يرعى فى مؤمن إلا ولا  
 ذممة قد جرى على الأنام و  
 تجسد من اكل الحرام يرى  
 ان العلم اذلاء العذبة ولبس  
 الجبّة ويحسب ان رضا الله تم  
 فى ضرب العباد بالدرة وولاية  
 الحسينة وجهالاته شائعة وقبائح  
 افعاله ذائعة۔

ص ۱۶۱  
 (بحوالہ الابديع فى مضار الابتداع)

علامہ طحاوی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ  
 کارروائی محمد الطہندی کے حکم سے ہوئی۔  
 (طحاوی ص ۱۰۲ طبع مصر)

امام عبد الوہاب شہرانی <sup>رحمہ اللہ</sup> لکھتے ہیں کہ :-

ہمارے شیخ نے اللہ تعالیٰ ان سے  
 راضی ہو، یہ فرمایا کہ یہ سلام کہنا جیسا  
 کہ مؤذن اب کرتے ہیں، آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء  
 راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تھا اور  
 فرماتے ہیں کہ یہ رافضیوں کے  
 دور میں مصر میں رائج ہوا کہ انھوں  
 نے اپنے خلیفہ اور اس کے  
 وزراء پر اذان کے بعد سلام  
 کہنا شروع کیا یہاں تک کہ حاکم  
 بامر اللہ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے  
 اس کی بہن کو اقتدار سونپا تو اس پر  
 اور اس کی وزراء عورتوں پر مؤذن

قال شيخنا رضي الله عنه لم  
 يكن التسليم الذي يفعله المؤذنون  
 في ايام جواته صلى الله عليه  
 وسلم ولا الخلفاء الراشدين  
 قال كان في ايام الروافض  
 بمصر شرعوا التسليم على الخليفة  
 ووزرائه بعد الاذان الى ان  
 توفي الحاكم بامر الله وولوا  
 اخته فسلموا عليها وعلى وزيراتها  
 من النساء فلما تولي الملك العادل  
 صلاح الدين بن ايوب فابطل  
 هذه البدع وامر المؤذنين  
 بالصلاة والتسليم على رسول الله

یہ سلام کرتے رہے جب عادل  
بادشاہ صلاح الدینؒ بن الیوبؒ  
کے ہاتھ اقتدار آیا تو اس نے  
اس بدعت کو ختم کر دیا اور مؤذنین  
کو حکم دیا کہ اس بدعت کی جگہ وہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ  
و سلام پڑھا کریں اور شہروں اور  
دیہاتوں کے باشندوں کو اس  
نے اس کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ  
ان کو بہتر جزا دے۔

عليه وسلم يدل تلك البدعة  
واصرهما اهل الامصار  
والقرى فجزاها الله خيرا  
لكشف الغمجلد ۱ ص ۷۷ طبع  
سنہ ۱۳۷۵ھ

اس سے معلوم ہوا کہ یہ معبود صلوٰۃ و سلام نہ تو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا اور نہ حضرات خلفاء  
راشدینؓ کے دورِ مسعود میں بلکہ اس کی ابتداء مصر میں اس زمانہ  
میں ہوئی جب کہ وہاں رافضیوں کا اقتدار تھا۔ انھوں نے ملکہ  
مصر اور اس کی وڈر اور عورتوں پر سلام کہنا جاری کر دیا۔ جب  
عادل بادشاہ سلطان صلاح الدینؒ کا دور شروع ہوا تو انھوں  
نے اس بدعت کو ممنوع قرار دے کر اس کے بجائے مصر

کے شہروں اور دیہاتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر  
صلوٰۃ و سلام کا حکم دے دیا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ  
اس بدعت نے مصر میں اس طرح وبا کی شکل اختیار کر لی تھی کہ  
اس کو یک قلم ممنوع قرار دینا ملک عادل کے بس میں بھی  
نہ تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے غالباً اس قاعدہ کے پیش نظر  
اذا ابتلیتم ببلائین فاخترواھونما کہ جب تم دو مصیبتوں میں  
مبتلا ہو جاؤ تو ان دونوں میں سے ہلکی کو اختیار کر لو۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کو جاری کیا تاکہ ملک  
میں ہیجان پیدا نہ ہو اور نہ خلفشار کی نوبت آئے اور اس طرح  
روانض کی جاری کردہ بدعتِ ضلالہ ختم ہو۔ لیکن سوال یہ ہے  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو امت کو ملک عادل کی  
اتباع کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ حکم تو یہ دیا ہے کہ میری اور میرے  
خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور خود اس  
عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ یہ کارروائی نہ تو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوئی اور نہ حضرات خلفاء راشدین کے دور  
میں، حالانکہ اس وقت اذان بھی ہوتی تھی۔ مسجدیں بھی تھیں پڑھنے  
والے بھی ہوتے تھے اور ان میں محبت بھی کمال درجہ

کی ہوتی تھی پھر وہ کون سی نئی مجبوری لاحق ہو گئی کہ اس بدعت پر عمل کرنے کی شرعی ضرورت پیش آگئی؟ امام ابن حجر المکی رحمہ فرماتے ہیں کہ :-

بلاشبہ مؤذنون نے فرضی نمازوں کی اذانوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام پڑھنے کی بدعت گھڑی ہے مگر صبح اور جمعہ کی اذان سے پہلے وہ یہ کارروائی کرتے ہیں اور مغرب کے وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے وہ غالباً نہیں پڑھتے اور اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین بن ایوب کے دور میں اور اسکے حکم سے مصر اور اس کے قلمرو میں ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حاکم مختزل قتل کر دیا گیا تو اس کی بہن نے مؤذنون کو

قد احدث المؤذنون الصلوة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الاذان للفرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيهما على الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه غالباً لصيتي وقتها وكان ابتداء حدوث ذلك في ايام السلطان ناصر صلاح الدين بن ايوب وبامره في مصر واعمالها وسببه ذلك ان الحاكم المختزل لما قتل امرت اخته المؤذنين ان يقولوا في حق ولده السلام على الامام الطاهر ثم استمر

السلام على الخلفاء بعده الى  
ان ابطله صلاح الدين المذكور  
وجعل بدله الصلوة والسلام  
على النبي صلى الله عليه وسلم  
فنعم ما فعل فجزاه الله خيرا  
ولقد استفتى مشائخنا وغيرهم  
في الصلوة والسلام عليه صلى  
الله عليه وسلم بعد الاذان  
على الكيفية التي يفعلها المؤذنون  
فافتوا بان الاصل سنته  
والكيفية بدعت وهو ظاهر  
كما علم مما قررت من الاحاديث  
(افتاوى الكبرى الفقهية جلد ۱ ص ۱۳۱)

حکم دیا کہ وہ اس کے لڑکے کے  
حق میں یوں سلام کہیں السلام  
علی الامام الطاهر پھر اس کے  
بعد اور حکمرانوں پر بھی یہ سلام ہوتا  
رہا۔ یہاں تک کہ صلاح الدین نے  
اس کو ختم کیا اور اس کے عوض  
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر  
صلوٰۃ و سلام جاری کیا۔ اس کا  
یہ فعل کیا اچھا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ  
اس کو بڑے خیر عطا فرمائے اور  
ہمارے مشائخ اور اسی طرح  
دوسرے بزرگوں سے اس کے  
بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا کہ اذان  
کے بعد اس کیفیت سے جس طرح  
کہ اب مؤذن آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے  
ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ تو انھوں

نے یہ فتویٰ دیا کہ نفسِ درود شریف تو سنت ہے مگر اس کیفیت سے پڑھنا بدعت ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے جیسا کہ میں نے احادیث سے اس کو ثابت کر دیا ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فجزاء اللہ خیرًا کا جملہ دعائیہ صرف اس فعل سے متعلق ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے فساق و تجار حکام پر سلام کے طریقہ کو بند کر دیا تھا اور معہود تسلیم سے اس جملہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آگے متنازع کے حوالہ اور ان کے فتویٰ سے اذان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نفسِ صلوة و سلام کو سنت اور مروّجہ کیفیت کو بدعت لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ بالکل ظاہر ہے۔ جیسا کہ احادیث سے اس کا ثبوت ہو چکا ہے۔ جن لوگوں نے جملہ دعائیہ کو اجراء تسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی لگایا ہے، تو انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور سب عبارت کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کم فہموں کو فہم عطا فرمائے اور اس سے قبل انہوں

نے صلوة و سلام کی چند احادیث بیان کی ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ :-  
 ووردت احادیث اُحربینحو  
 ملك الاحادیث السابقة و  
 لم ترفی شیئ منها التعریض  
 للصلوة علیه صلی الله علیه وسلم  
 قبل الاذان ولا الی محمد رسول  
 الله بعدة ولم نرا یض فی کلام  
 ائمتنا تعرضا لذلک الیض  
 فحینئذ کل واحد من هذین  
 لیس بسنته فی محله المذکور  
 فیه فمن اتی بواحدٍ منهما فی  
 ذلک معتقدا سنینته فی ذلک  
 الحل المخصوص نہی عنه ومنع  
 منه لانه تشریع بغير دلیل  
 ومن شرع بلا دلیل یزجر  
 عن ذلک وینہی عنه -  
 (جلد ۱ ص ۱۳۱)

ان گزشتہ احادیث کی طرح اور  
 بھی اس مضمون کی کسی حدیثیں وارد  
 ہوئی ہیں اور ہم نے ان میں سے  
 کسی میں یہ اشارہ نہیں دیکھا کہ  
 اذان سے پہلے آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم پر صلوة و سلام پڑھا جائے  
 اور نہ یہ کہ اذان کے بعد محمد رسول اللہ  
 کے الفاظ پڑھے جائیں اور بسم  
 نے اپنے اماموں کے کلام میں  
 بھی نہیں دیکھا کہ انھوں نے اس  
 سے کچھ تعرض کیا ہو۔ اندریں حالات  
 یہ دونوں باتیں اس مذکور مقام میں  
 سنت نہیں (بلکہ بدعت)  
 ہیں۔ سو جس شخص نے ان میں سے  
 کوئی ایک بات بھی سنت سمجھ کر  
 اس مخصوص محل میں کی تو اُسے

منع کیا جائیگا اور روکا جائیگا کیونکہ  
یہ بلا دلیل شریعت بنانا ہے اور  
جو شخص بغیر دلیل کے شریعت  
بنائے تو اس کو اس سے ڈانٹا جائیگا  
اور روکا جائے گا۔

لاحظہ کیجئے کہ کس صفائی سے امام ابن حجر نے اس بدعت  
کو روکنے کی سعی اور جرات کی ہے۔

مطلق درود شریف اور ذکر کی فضیلت کی حدیثوں سے  
اذانوں اور نمازوں سے قبل یا بعد جہراً پڑھنے پر استدلال  
کرنا اپنی غیر معصوم رائے سے دین میں دخل دینا ہے۔ چنانچہ  
علامہ ابواسحاق الشاطبیؒ (المتوفی ۳۹۰ھ) ایک خاص مقام پر  
لکھتے ہیں کہ :-

|                                      |                           |
|--------------------------------------|---------------------------|
| ان مطلق احکام میں قید لگانا          | فالتقیید فی المطلقات التی |
| جن میں شریعت کی طرف سے               | لعمیثبت بدلیل الشرع       |
| کوئی قید لگانا ثابت نہیں ہے۔         | تقییدھا رأی فی التشریح    |
| شریعت میں اپنی رائے کو دخل دینا      | تکیف اذا عارضه الدلیل     |
| ہے۔ پھر اس کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ | وهو الامر باخفاء النوافل  |

مثلاً۔ جبکہ اسکے مقابلہ میں دلیل موجود ہو۔

(الاحتصام جلد ۲۸ ص ۲۸۲ طبع مصر) مثلاً نفلوں کو نغفی کر کے ادا کرنا۔  
اسی طرح ذکر وغیرہ کا معاملہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

خیر الذکر الخفی وخیر الرزق بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور  
مایکفی۔ (رحم، حب، ہب، بہتر رزق وہ ہے جو کفایت  
عن سعد صمیم الجامع الصغیر ص ۱۰۰ کرے۔

اگر ذکر بالجہر اپنی شرائط کے ساتھ درست بھی ہو تو اس صحیح  
حدیث سے ثابت ہوا کہ آہستہ ذکر کرنا بہر حال بہتر ہے اور ترجیح  
اس کو ہے۔ کیونکہ یہ ریاء سے بھی بعید ہے اور نمازیوں،  
سونے والوں، مطالعہ کرنے والوں اور بیماروں کو اس طرح سے  
کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

اور امام سخادمیؒ لکھتے ہیں کہ :-

قد احدث المودتوں الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم عقب الاذان للقرائن الخمس الا الصبح  
مؤذنون نے پانچ فرضی نمازوں کی  
اذانوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے  
کی بدعت گھڑی ہے مگر صبح اور جمعہ

کے موقع پر وہ یہ کارروائی اذان کے پہلے کرتے ہیں اور مغرب کے وقت بالکل منہیں کرتے، کیونکہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے اور اس کی ابتداء سلطان صلاح الدین ابوالمظفر یوسف بن ایوب کے دور میں اور اس کے حکم سے ہوئی کیونکہ جب حاکم ابن عزیز قتل ہوا تو اس کی بہن سست الملک نے حکم دیا کہ اس کے لڑکے ظاہر پر اس طرح سلام کہا جائے۔ السلام علی الامام الظاہر پھر اس کے بعد حکمرانوں پر یکے بعد دیگرے سلام کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ صلاح الدین مذکور نے اس کو بند کر دیا۔ اس کو جزائے خیر ملے، اور بیشک اس کے بارے میں اختلاف

والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيهما على الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه اصلا لضيق وقتها وكان ابتداء حدود ذلك من ايام السلطان الناصر صلاح الدين ابى المظفر يوسف بن ايوب وامره واما قبل ذلك فانه لما قتل الحاكم بن العزيز امرت اخته سست الملك ان يسلم على ولده الظاهر فسلم عليه بما صورته السلام على الامام الظاهر ثم استمر السلام على الخلفاء بعده خلفا عن سلف الى ان ابطله الصلاح المذكور جوزى خيرا وقد اختلف في

ذٰلِكَ هَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ اَوْ  
 مَكْرُوهُ اَوْ بَدْعَةٌ اَوْ مَشْرُوعٌ  
 وَاِسْتَدْلَالٌ لِلْاَوَّلِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى  
 وَاقْعَلُوا الْخَيْرَ وَمَعْلُومٌ اَنْ  
 الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ اَجْلِ  
 الْقُرْبِ لَا سَبَبًا وَقَدْ تَوَارَدَتْ  
 الْاَخْبَارُ عَلَى الْحَتِّ عَلَى ذٰلِكَ  
 مَعَ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الدَّعَاءِ عَقِبَ  
 الْاِذَانِ وَالثَّلَاثَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ  
 اللَّيْلِ وَقُرْبِ الْفَجْرِ وَالصَّوَابِ  
 اَنْ يَدْعُوَ حَسَنَةً يَوْجُرُ فَاَعْلَهُ  
 بِحَسَنِ نِيَّتِهِ (الْقَوْلُ الْبَدِيعُ  
 ص ۱۴۲ طَبِيعُ اللهِ اَيَادِ الْهِنْدِ)

کیا گیا ہے کہ کیا وہ مستحب ہے یا  
 مکروہ یا بدعت یا محض جائز اور  
 اس کے مستحب ہونے کے لئے  
 اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے  
 استدلال کیا گیا ہے کہ تم بھلائی کرو اور  
 ظاہر ہے کہ صلوة و سلام بڑی عبادت  
 میں سے ہے۔ خصوصاً جب کہ  
 اس کی ترغیب پر حدیثیں وارد  
 ہوئی ہیں اور علاوہ ازیں اذان کے  
 بعد اور سحری کے وقت اور فجر  
 کے قریب دعا کی فضیلت  
 کی حدیثیں بھی آئی ہیں اور دست  
 بات یہ ہے کہ یہ بدعت  
 حسنہ ہے۔

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ جوزی خیوگا کے جملہ دعائے  
 کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ سلطان صلاح الدین نے  
 نے ظالم اور عیاش بادشاہوں پر سلام کی بدعت کو ختم کیا

تھا۔ رہا آنحضرت ﷺ اللہ علیہ وسلم پر اذانوں کے بعد  
صلوٰۃ و سلام کا معاملہ، تو وہ اس کے بارے میں علماء کرام سے  
چار قسم کا اختلاف نقل کرتے ہیں کہ کسی نے اس کو مستحب کہا  
اور کیسی نے مکروہ۔ کسی نے اسے بدعت کہا اور کسی نے صرف  
جاہل اور اپنی رائے بدعتِ حسنہ ہونے کی بیان کی۔ بشرطیکہ  
اس کا فاعل نیک نیتی سے یہ کام کرتا ہو اور دلیل یہ بیان کی کہ  
یہ بھی ایک خیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَأَفْعَلُوا الْخَيْرُ  
کہ تم مہلٹی کیا کرو اور بکثرت حدیثیں صلوٰۃ و سلام کے  
فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور اذان کے بعد اور سحری  
کے وقت اور فجر کے وقت دُعا کی فضیلت آئی ہے۔ مگر  
امام بخاریؒ نے یہ جو کچھ بیان کیا ہے، دعویٰ سے بالکل  
غیر متعلق ہے۔ کیوں کہ صلوٰۃ و سلام کی فضیلت کا کون  
مسلمان منکر ہے؟ اور اسی طرح سحری کے وقت اور بوقت  
فجر دُعا کی فضیلت کا جو احادیث سے ثابت ہے کون انکار  
کرتا ہے؟ دعویٰ اور سوال تو یہ ہے کہ بلند آواز سے  
جو گلے پھاڑ پھاڑ کر اذانوں سے پہلے یا بعد صلوٰۃ و سلام  
پڑھا جاتا ہے اس کی کون سی دلیل ہے؟ اور اس کی

فضیلت پر کون سی حدیث وارد ہوتی ہے، امام سخاویؒ وہ نہیں  
 پیش کر سکے۔ اگر یہ فعل وَ اَفْعَلُوا الْخَيْرُ سے ثابت ہوتا تو حضرات  
 خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کے سلف صالحین  
 پر یہ عقیدہ کیوں نہ کھلا؟ کیا ان کے سامنے وَ اَفْعَلُوا الْخَيْرُ  
 کا قرآنی مضمون نہ تھا؟ اگر یہ کارروائی خیر ہوتی تو وہ  
 حضرات کبھی اس سے نہ چوکتے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے کیا  
 خوب فرمایا ہے کہ :-

|                              |                                    |
|------------------------------|------------------------------------|
| واما اهل السننة والجماعة     | مہر حال اہلسنت والجماعت یہ         |
| فيقولون في كل فعل وقول       | فرماتے ہیں کہ جو فعل اور قول حضرات |
| لم يثبت عن الصحابة رضی       | صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہوا ہو تو   |
| الله عنهم هو بدعة لانه لو    | وہ بدعت ہے۔ کیونکہ اگر وہ خیر اور  |
| كان خيرا لسبقونا اليه لاتهم  | بہتر ہونا تو ضرور وہ ہم سے اس کے   |
| لم يتركوا حصلة من خصال       | کرنے میں سبقت لے جاتے۔             |
| الخير الا وقد بادروا اليها۔  | کیونکہ انہوں نے بھلائی کی          |
| (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۱۵۶) | خصلتوں میں سے کوئی خصلت            |
|                              | ایسی نہیں چھوڑی جس میں وہ          |
|                              | سبقت نہ لے گئے ہوں۔                |

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ :-  
 اقول الفرقة الناجية هم  
 الآخذون في العقيدة والعمل  
 جميعاً بما ظهر من الكتاب  
 والسنة وجرى عليه جمهور  
 الصحابة والتابعين اه  
 (حجة الله البالغه جلد ۱۱)  
 اس پر عمل ہو۔

طبع مصر

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ :-  
 وغير الناجية كل فوفة  
 انتقلت عقيدة خلاف عقيدة  
 السلف او عملاً دون اعمالهم  
 (ايضاً ص ۱۱)  
 اور غیر ناجی ہر وہ فرقہ ہے جس نے  
 سلف (یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ)  
 کے عقیدہ اور عمل کے خلاف کوئی  
 عقیدہ اور عمل اپنایا ہو۔

حضرت شاہ صاحب نے کس واضح انداز سے ناجی اور غیر  
 ناجی فرقہ میں فرق بیان کیا اور خط امتیاز کھینچ دیا ہے۔  
 الغرض اذانوں سے قبل اور بعد بلند آواز سے صلوة و سلام کے  
 بدعت کہنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہاں بعض

حضرات نے مثلاً امام سجادؑ سید احمد طحطاویؒ اور اسی طرح بعض دیگر مصری (وغیرہ) علماء نے اپنی صوابدید کے مطابق اسے بدعتِ حسنہ کہا ہے مگر کاش کہ ان کے سامنے آج کل کے مفاسد اور تریاکیاں ہوتیں تو وہ کبھی اس کو بدعتِ حسنہ نہ کہتے بلکہ یقین کامل ہے کہ وہ اسے بدعتِ ضلالہ سے تعبیر کرتے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ سائنس کی ترقی کی بدولت لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوں گے اور ان کی بدولت آواز میلوں تک پہنچے گی کہ نہ تو کوئی مطالعہ اور تلاوت کر سکے گا اور نہ نماز اور سبق پڑھ سکے گا۔ اور نہ سکون و آرام سے ذکر کر سکے گا اور نہ کوئی نیند کر سکے گا۔ اور پڑھنے والے اکثر تعصب اور ضد اور پڑانے کی خاطر پڑھیں گے۔ یہ مفاسد ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں بیلیاں مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتی تھیں لیکن نہایت شرافت، سادگی اور حیا کے ساتھ، بعد کو جب مصر، شام اور ایران وغیرہ فتح ہوئے اور وہاں کی بے باک اور بناؤ سنگار کرنے والی عورتیں مدینہ طیبہ پہنچیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھ لیتے

تو ان کو ضرور مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسیح کی گئی تھیں۔ (بخاری جلد ۱۸ ص ۱۲) یقین کامل ہے کہ اگر یہ بزرگ اس وقت موجود ہوتے تو اس کارروائی کو بدعتِ حسنہ کے بجائے بدعتِ ضلالہ کہتے۔ لاشک فیہ۔ فتاویٰ ذخیرۃ الساکین میں لکھا ہے کہ :-

الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل الاذان وبعده من محدثات الامور التي لم یکن فی عہد رسول اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدين والتابعین ومن تبعہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا ان بدعات میں سے ہے جن کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھا۔

(بحوالہ غایۃ الکلام ص ۱۲۵)

اور مؤلف مجالس الابرار فرماتے ہیں کہ اہل بدعت نے صرف اذان میں راگ ہی پر اکتفا نہیں کی :-

بل زاد وعلیہا بعض الکلمات من الصلوٰۃ والتسلیم علی النبی وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے بعض

کلمات بھی اضافہ کئے ہیں۔ اگرچہ درود شریف قرآن و سنت سے ثابت ہے اور بڑی اور عمدہ عبادات میں سے ہے، لیکن منارہ پر اذان کے بعد اس کے پڑھنے کی عادت اختیار کر لینا مشروع نہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور ائمہ دینؒ میں سے کسی ایک نے ایسا نہیں کیا اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ عبادات کو ایسے مقامات پر ادا کرے جہاں شریعت نے نہیں بتائیں اور جس پر سلف صالحینؒ نے عمل نہیں کیا۔

اور علامہ ابن امیر الحاجؒ فرماتے ہیں کہ :-

(اہل بدعت نے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چار مقامات پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی بدعت ایجاد کی ہے جس کا وجود سلف

صلی اللہ علیہ وسلم وان کان مشروعاً نبص الكتاب والسنة وكان من اكبر العبادات و اجلها لكن اتخذها عادة في الاذان على المنارة لم يكن مشروعا اذ لم يفعله احد من الصحابة والتابعين ولا خيرهم من ائمة الدين وليس لامرأ ان يضع العبادات الا في مواضعها التي وضعها فيها الشرع ومضى عليها (مجالس الابزار ص ۳ طبع کاتبو)

فالصلوة والتسليم على النبي صلى الله عليه وسلم احد ثوها في اربعة مواضع لم تكن تفعل فيها في عهد من مضى والخير

كله فى الاتباع لهم مع انها  
 قريبتہ العهد بالحدوث جدا  
 وهى عند طلوع الفجر من كل  
 ليلة وبعد اذان العشاء ليلة  
 الجمعة اهـ (مدخل جلد ۲۳)

صالحین کے زمانہ میں نہ تھا اور خیر  
 تو ان کی پیروی ہی میں ہے حالانکہ  
 یہ بدعت تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ  
 ایجاد ہوئی ہے۔ ان مقامات میں سے  
 ایک طلوع فجر کے وقت روزانہ  
 اور دوسرا جمعہ کی رات کو عشاء کی  
 اذان کے بعد درود پڑھنا ہے۔

اور شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں :-  
 کہ در فضیلت صلوٰۃ بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم کراستمن است لیکن چنانکہ فرمودہ اند باید کرد ہر  
 چیز را محلی و موطنی تعیین کردہ ہماں جا باید گفت و کرد۔  
 (مدارج النبوة جلد ۱ ص ۳۷)

ان تمام سوالوں اور خصوصاً مقررہ اور کشف الغمہ کے حوالہ سے روز روشن  
 کی طرح یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ اذان کے بعد اور اس سے پہلے بلند  
 آواز کے ساتھ درود شریف کا پڑھنا بدعت ہے اور اس کی ابتداء انصیوں  
 کے دور میں ہوئی اور ایسے ظالم حاکم کے ہاتھوں پر ہوئی جو بد اخلاق  
 راشی، گرام خور اور انتہائی کمینہ تھا اور موجودہ صلوٰۃ و سلام کا

طریقہ رافضیوں کے سلاک کا پرہیز ہے جو بقول بعض ساطحان  
 صلاح الدینؒ نے رافضیوں کی بدعت کو ختم کر کے رائج کیا  
 آپ اس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے بڑی بدعت کو ختم  
 کر کے چھوٹی اور ہلکی بدعت اختیار کی مگر بدعت بہر حال بدعت  
 ہے۔ جب بدعت ہوئی تو اس میں حُسن کہاں سے آئے گا؟  
 حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ :-

چیزیکہ مردود باشد حسن از کجا پیدا کند الخ (مکتوبات  
 حصہ سوم مکتوب ۱۸۶ ص ۷۷ طبع امرتسر) یعنی بدعت  
 جب شرعاً مردود ہے تو اس میں حُسن کہاں سے پیدا  
 ہوگا؟

حیرت ہے کہ اپنے آپ کو سُنی کہلانے والے بدعت پر  
 چل رہے ہیں اور جو لوگ سُنّتِ صحیحہ پر عامل ہیں اُلٹا اُکو کوستے  
 اور وہابی کہتے ہیں۔ نہایت ہی افسوس ہے اس بے بنیاد نظریے پر۔  
 حضرت مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

از حق تعالیٰ تضرع است کہ ہر چیز حق تعالیٰ سے عاجزی اور ناری  
 در دین محدث شدہ است و کے ساتھ دُعا ہے کہ جو چیز دین  
 مبتدع گشتہ کہ در زمان نزول بشر میں گھڑی گئی ہے اور بدعت جاری

کی گئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے خلفاء راشدین رض کے دور میں نہ تھی۔ اگرچہ وہ چیز روشنی میں صبح کی روشنی کی مانند ہو۔ اس ضعیف کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس جماعت میں نہ کرے جو اس بدعت کے عمل میں گرفتار اور بدعت کے حُسن کے فتنہ میں مبتلا ہے۔

و خلفاء راشدین او بنوہ اگرچہ آن چیز در روشنی مثل فلق صبح بود این ضعیف را بالجمله کہ باد مستند اند گرفتار عمل نگردانار و مفتون حسن آن مبتدع نکند بجرمۃ سید المرسلین ۱۸۶۷ (مکتوبات حصہ سوم مکتوب ص ۱۸۶۷ - طبع امرتسر)۔

یہ یاد رہے کہ جس طرح کسی ثابت شدہ چیز کا کرنا اپنے مقام پر سُنت ہے۔ اسی طرح غیر ثابت شدہ چیز کا ترک اور نہ کرنا بھی اپنی جگہ اور اپنے محل میں سُنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین رض نے اذان سے قبل اور بعد بلند آواز سے نہ تو صلوة و سلام پڑھا اور نہ اس کا حکم فرمایا، تو اب اس کے خلاف کرنا یقیناً ان کی سُنت کا رافع ہوگا اور یہ کہنا کہ اس کا روائی سے کسی سُنت کی رافع نہیں

ہوتی محض طفل تسی ہے۔ یہ کارروائی بہر کیف خلاف سنت اور رافہ سنت ہے۔ علامہ ابراہیم الحلبی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ صلوٰۃ رغائب (جو رجب میں پڑھی جاتی ہے) وغیرہ کے بدعت اور مکروہ ہونے کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رض اور تابعین رض اور بعد کے ائمہ مجتہدین رض سے یہ منقول نہیں ہے (کبیری ص ۲۳۲ اور عالمگیری جلد ۴ ص ۲۶۴ باب الکراہتہ) میں ہے کہ سورہ کافرون پوری سورت جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ بدعت ہے۔

حضرات صحابہ کرام رض اور تابعین رض سے منقول نہیں ہے۔  
غرضیکہ جس چیز کا داعیہ، محرک اور سبب اس وقت بھی موجود تھا مگر وہ چیز نہیں کی گئی تو اس کا کرنا بدعت ہے بخلاف ان اشیاء کے جن کا داعیہ اس وقت نہ تھا اور اب پیش آیا ان کے بارے میں اہل علم اور اصحاب بصیرت قیاس و اجتہاد سے کام لے سکتے ہیں۔

### تثویب

بعض اہل بدعت نے اذان سے قبل اور بعد چلا چلا کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو تثویب پر قیاس کیا ہے مگر یہ ان کی سخت غلطی ہے اولاً اس لئے کہ تثویب کے معنی ہیں اعلام

بعد الاعلام یعنی یتانے کے بعد بتانا گویا پہلے تو اذان کے ساتھ نماز کا وقت بتایا اور پھر دوبارہ آگاہ کیا کہ نماز کا وقت قریب ہے۔ اس تثویب کے بارے میں حضرات ائمہ اربعہ رح میں اور پھر خود اکابر علماء حنفیہ میں خاصا اختلاف ہے۔ بعض قائل ہیں، اور بعض قائل نہیں۔ بعض صرف فجر کی نماز کے لئے قائل ہیں اور بعض سب نمازوں کے لئے اور بعض صرف مفتی، قاضی اور حاکم کے حق میں قائل ہیں اور بعض سب کے لئے۔ جب خود اصل مسئلہ ہی من کل الوجوه متفق علیہا نہیں تو اس پر قیاس کا کیا معنی؟ و ثانیاً اذان سے پہلے جو صلوة و سلام پڑھا جاتا ہے یہ کیسے تثویب ہوگا؟ کیا اس صورت میں اذان کو تثویب قرار دیں گے؟ مگر جو حضرات صلوة و سلام کو اذان کی جزو قرار دینے پر تھے ہوئے ہیں ان سے کیا بعید ہے کہ وہ اذان ہی کو تثویب کہہ دیں و ثالثاً تثویب کے لئے کلام کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ کھانے سے بھی تثویب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ عینی الحنفی رح فرماتے ہیں کہ :-

وتثویب کل بلد علی ماتعارفوا      تثویب ہر شہر والوں کی ان کے  
امایا التثویب او بالصلوة الصلاة      تعارف پر ہے یا تو کھانے سے

اور یا نماز نماز "یا کھڑی ہو گئی" اوقات قامت -

(شرح کتر ص ۲)

کھڑی ہو گئی "کہہ کر (تثویب ہو  
سکتی ہے)۔

اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی تثویب پر بحث کرتے  
ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

قوله الاصلام بعد الاصلام اشار  
باطلاقہ الی ان لا یخص  
التثویب بلفظ دون لفظ بل  
یکفی فیہ التثویب ایضاً ولا یخص  
ایضاً بلسان دون لسان والی  
استحسان التثویب انما هو لما  
کان لہ اعلام الاول فماتعروف  
فی بعض بلادنا من قول الصلوٰۃ  
سننتہ رسول اللہ بین الاذانین  
من یوم الجمعۃ لیس داخل  
فی استحسان المتأخرین ولا  
فی استحسان المتقدمین فیلزم

ما تن کے مطلق قول اعلام بعد الاصلام  
میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ  
تثویب کسی ایک لفظ کے ساتھ  
خاص نہیں کہ دوسرے سے نہ  
ہو سکے۔ بلکہ اس میں کھانا بھی  
کفایت کرتا ہے (یعنی کھانس کر  
کسی کو آگاہ کرنا) اور اسی طرح  
ایک زبان سے بھی مخصوص نہیں  
کہ دوسری میں نہ ہو سکے اور نیز  
اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ  
تثویب اس چیز کو دوبارہ دہرانا  
ہے جس کے لئے پہلے آگاہ کیا تھا۔

تذکرہ انتہی (عمدة الوعایہ جلد ۱) ۴۸۴

سورہ ہمارے بعض شہروں میں جو یہ  
 طریقہ ہے کہ جمعہ کے دن دو اذکار  
 کے درمیان الصلوة الصلوة  
 سنتہ رسول اللہ کہتے ہیں یہ نہ تو  
 متاخرین کے استحسان میں داخل ہے  
 اور نہ متقدمین کے استحسان میں،  
 لہذا اس کا ترک لازم ہے۔

فقہاء کرام نے تثنیہ میں کھانسا، یا الصلوة الصلوة کہنا، یا  
 قامت قامت کہنا یا حی الصلوة حی الصلوة وغیرہ الفاظ رکھے  
 ہیں یا ان کے ہم معنی الفاظ جس زبان سے بھی ہوں۔ مگر  
 عمدة الرعایہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ الصلوة الصلوة  
 کے علاوہ سنتہ رسول اللہ کے الفاظ (جو بظاہر ضرورت سے زائد  
 ہیں) کہنا بھی نہ تو متاخرین فقہاء کرام کے استحسان میں داخل ہے اور  
 نہ متقدمین کے، پھر بھلا صلوة و سلام اور کئی کئی بار اور کافی کافی  
 وقت پڑھنا تثنیہ میں کیونکر داخل ہو سکتا ہے؟ اور یہ کیسے  
 مستحسن ہو سکتا ہے؟ و۔۔۔ بالبعث کن کن معتبر فقہاء کرام نے  
 صلوة و سلام کو اس معہود تثنیہ میں شامل کیا ہے، حوالہ

درا کر ہے۔ اپنی طرف سے اس کو تثنیب میں داخل کر دینے سے کچھ نہیں بنتا۔

ذکر بالجہر بھی مشرُوط ہے :-

جن بعض اکابر علماء کرام نے ذکر بالجہر کی اجازت دی ہے تو انہوں نے اس کو مشرُوط کیا ہے۔ مُطلقاً جہر کے حق میں وہ بھی نہیں ہیں، چنانچہ صاحب رُوح البیان لکھتے ہیں کہ :-

وقد جمع النووي بين الاحاديث  
الواردة في استحباب الجهر بالذكر  
والواردة في استحباب الاسرار  
بإبان الاخفاء افضل حيث  
خاف الرياء أو تأذى المصلون  
أو النائمون والجهر افضل في  
غير ذلك لان العمل فيه أكثر  
ولان فائدته تتعدى إلى السامعين  
ولانه يوقظ قلب الذاکر  
ويجمع همه إلى الفكر ويصرف  
سعه إليه ويتردد النوم اه

امام نووی رح نے ان احادیث  
میں جو بلند آواز سے ذکر کرنے  
کے بارے میں وارد ہوئی ہیں،  
اور ان احادیث کے بارے میں جو  
آہستہ ذکر کرنے سے متعلق ہیں،  
یوں تطبیق دی ہے کہ آہستہ ذکر  
اس وقت افضل ہے جب کہ جہر  
سے ریاء کا خوف ہو یا نمازیوں کو  
جہر سے تکلیف ہوتی ہو یا سونے  
والوں کو بے ادھی ہوتی ہو اور  
جہاں یہ مجبوریاں نہ ہوں تو وہاں

(روح البیان جلد ۳۰۶)

بہر سے ذکر کرنا افضل ہے کیونکہ  
اسی پر عمل زیادہ ہے اور اس  
لئے بھی کہ اس کا فائدہ سامعین  
کی طرف متعدی ہوتا ہے اور  
یہ ذکر دل کو بیدار کرتا ہے اور  
اس کی دلجمعی کا سامان اسی میں  
ہے اور اس کے کان بھی  
اس کی طرف متوجہ ہوں گے  
اور نیند بھی بھاگے گی۔

اور علامہ ابن عابدین شامی حنفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

اور ان کی تطبیق یوں ہے کہ یہ  
اشخاص و احوال کی وجہ سے مختلف ہے  
جیسا کہ بلند آواز سے قرآنہ کرنے  
اور آہستہ پڑھنے کی حدیثوں میں  
یہ تطبیق دی گئی ہے اور یہ اس  
حدیث کے معارض نہیں ہے جس  
میں آتا ہے کہ بہتر ذکر آہستہ ہے۔

والجمع بینہما بان ذلك یختلف  
یاختلاف الاشخاص والاحوال  
كما جمع بذلك بین احادیث  
الجمہر والاختفاء بالقراءة ولا  
یعارض ذلك حدیث خیر  
الذکر الخفی لانه حیث خیف  
الریاء او تاذی المصلون

او النیام فان خلاصا ذکر فقال  
بعض اهل العلم ان الجهر افضل  
(مشامی جلد ۷ ص ۶۱۸)

کیونکہ جہر وہاں بہتر نہیں جہاں ریاء  
کا خوف ہو یا نمازیوں کو تکلیف  
ہوتی ہو یا سونے والوں کو اذیت  
ہوتی ہو۔ پس اگر ان امور سے  
خالی ہو تو بعض اہل علم نے کہا ہے  
کہ ذکر بالجہر افضل ہوگا۔

ان صریح عبارات سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر وہاں جائز اور افضل  
ہے جہاں ریاء کا خوف نہ ہو اور جہاں نمازیوں کی نمازیں  
اور سونے والوں کی نیند میں خلل نہ آتا ہو۔ ریاء تو ایک قلبی اور  
باطنی امر ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہو سکتا ہے یا ریاکار  
خود جان سکتا ہے لیکن ذکر بالجہر سے نمازیوں کی نماز میں اور سونے  
والوں کی نیند میں جو خلل پڑتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے بلکہ بدعتوں  
کی ہمیشہ یہ گوشتش رہی ہے اور اب تو زور شور کے ساتھ وہ  
اس پر عامل ہیں کہ جب سنت کے پیرو نمازیں شروع کرتے ہیں  
تو بس وہ اس وقت گلے پھاڑ پھاڑ کر لاؤڈ سپیکر پر صلوة و سلام  
اور خدا جانے کیا کچھ مصنوعی عشق نامے پڑھتے ہیں۔ نہ تو باجماعت  
نماز پڑھنے والے اطمینان سے نماز پڑھ سکتے ہیں اور نہ گھروں میں عورتیں

اور معذورِ دلجمعی سے نماز اور تلاوتِ قرآنِ کریم کر سکتے ہیں اور بیماروں اور سونے والوں کو جو اذیت ہوتی ہے تو اس کا کمنا ہی کیا؟ اور اس بدعت کی اذیت سے شریعتِ حقہ تو نالاں ہے ہی، عوام الناس بھی نالاں ہیں اور بزبانِ حال کہتے ہیں کہ **ع** ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کیئے

**تصویر کا دوسرا رخ :-**

آپ نے قرآن و سنت اور فقہاءِ اُمت سے ذکر، دُعا اور دُرود شریف کے بلند آواز کے ساتھ پڑھنے کے ٹھوس حوالے تو ملاحظہ کر لئے ہیں، اب کاغذ کی کشتی اور تنکوں کا پُل بھی ملاحظہ کرتے جلیئے :-  
 گوجرانوالہ کے ایک مولوی " ابو داؤد محمد صادق صاحب بریلوی " نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے " بعد نماز بلند آواز سے دُرود شریف پڑھنے کا بیان "۔ یہ اشتہار کسی وقت لاہور کے بعض بریلویوں نے طبع کر لیا تھا، اس کو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مولوی صاحب مذکور نے اپنے افادات میں شامل کر کے دادِ تحسین حاصل کرنے کی بے جا اور ناکام سعی کی ہے۔ یقین جانیئے کہ پورے اشتہار میں ایک حوالہ بھی ایسا نہیں جو ان کے بالا ہوائی عنوان کی تائید کرتا ہو۔ ہم ترتیب وار ان کی خیانت یا جہالت کو طشت ازبام کرتے ہیں

غور فرمائیں:-

پہلا سوال: برنجاری صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ پاک میں فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اس ذکر کو سنتا تھا تو معلوم کر لیتا تھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے ہیں، اور یہی سوال آگے شیخ محمد تقانویؒ کے دلائل الاذکار ص ۷۹ کا دیا ہے کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد صحابہ کے ساتھ بلند آواز سے تسبیح و تہلیل و ذکر کرتے تھے۔ (محصلہ)

الجواب:- یہ سوال مولوی محمد صادق صاحب کو ہرگز مفید نہیں ہے۔ اولاً اس لئے کہ ان کا دعویٰ نمازوں کے بعد درود شریف بلند آواز کے ساتھ پڑھنے کا ہے اور یہ سوال درود شریف کے الفاظ سے خالی ہے۔ اس میں کہیں درود شریف کا ذکر نہیں ہے، وثانیاً حافظ ابن حجرؒ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

|                              |   |
|------------------------------|---|
| وقال النووي حبل الشانعي      | امام نووی فرماتے ہیں کہ حضرت امام         |
| هذا الحديث على انهم جهروا به | شانعی نے اس حدیث کو اس امر پر             |
| وقتا يسيرا اجل تعليم صفة     | محمول کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام |
| الذكول انهم داوموا على الجهر | اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح      |

کے لئے ذکر جہر سے کیا تھا تاکہ ذکر کے طریقہ کی تعلیم ہو سکے، یہ نہیں کہ انہوں نے بلند آواز سے پڑھنے پر مداومت کی تھی اور مختار بات یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں اہمیت آواز سے ذکر کریں مگر جب کہ تعلیم کی حاجت پڑے۔

به والمختار ان الامام والمأموم  
يخفیان الذکر الا اذا اخیب  
الی التعلیم (فتح الباری جلد ۲ ص ۲۶۹)

اور امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ :-

محدث ابن بطلالؒ وغیرہ علماء نے کہا ہے کہ وہ ائمہ مذاہب جن کی لوگوں نے بکثرت اتباع کی ہے اور اسی طرح دوسرے ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا اور تکبیر کرنا مستحب نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ رضی کی روایت کا مطلب امام شافعیؒ نے

ونقل ابن بطلال وآخرون ان  
اصحاب المذاهب المتبوعه و  
غیرهم متفقون علی عدم  
استحباب رفع الصوت بالذکر  
والتکبیر وحمل الشافعی هذا  
الحديث علی انه جهر وقتا سیرا  
حتى یعلمهم صفة الذکر لا انهم  
جهروا دائما۔

(شرح مسلم جلد ۱ ص ۲۱۷)

یہ بیان کیا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے تعلیم کی خاطر بلند آواز کے ساتھ ذکر ہوتا رہا نہ یہ کہ انھوں نے اس پر دوام کیا۔

آپ نے دیکھ لیا کہ تمام ائمہ اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ نہ تو بلند آواز سے ذکر کرنا درست ہے اور نہ (نمازوں کے بعد) بلند آواز سے تکبیر کہنا درست ہے اور یہ مذکورہ حدیث اس وقت کی ہے جب کہ لوگوں کو ذکر کی تعلیم دی گئی تھی گویا جہر بالذکر کی یہ حدیث منسوخ ہے اور جمہور ائمہ اسلام اور خصوصاً ائمہ اربعہ کے نزدیک جہر سے ذکر کرنا اب جائز نہیں ہے، تعلیم کا معاملہ الگ ہے۔ تعجب ہے کہ تمام ائمہ ایک طرف ہیں اور اہل بدعت دوسری طرف ہیں۔

قیاس کن زکلتان من بہاد مرا

منوط:۔ جہاد کے موقع پر اسلامی لشکر کا نعرہ تکبیر بلند کرنا جائز ہے اور اس کے لئے دوسرے دلائل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

وهو قديم من شان الناس لوگوں کا اس پر قدیم سے عمل چلا

(فتح الباری جلد ۲۶۹) آ رہا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے اشتہار میں جو یہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے اس سے صاحب اشتہار نے اپنے دجل کا ثبوت دیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بعض کا یہ قول نقل کر کے اس کو پسند نہیں کیا اور اپنا نظریہ والمختار الخ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جس کا بیان باحوالہ پہلے ہو چکا ہے۔

دوسرا حوالہ :- طبرانیؒ اور بیہقیؒ اور حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافق اور جاہل لوگ تمہیں مجنوں اور ریاکار سمجھیں۔ (محصلاً)

الجواب :- اس کا جہر اور بلند آواز کے ساتھ پڑھنے سے کیا تعلق ہے ؟ اور پھر بلند آواز کے ساتھ درود شریف پڑھنے سے کیا ربط ہے ؟

دعویٰ اور دلیل کی مطابقت ضروری ہوتی ہے اس سے جو اس ثابت ہے وہ کثرت ذکر ہے اور وہ محل نزاع نہیں ہے۔ تیسرا حوالہ :- حضرت منیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْخَمِثُ مَعْتَقَةٌ -

مشکوٰۃ ص ۸۸ (محصلاً)

الجواب :- یہ بھی مولوی محمد صادق صاحب کی سخت علمی  
 جہالت ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی کی روایت  
 میں (بصوتہ الاعلیٰ) بلند آواز کا کوئی جملہ نہیں ہے۔ یہ جملہ حضرت  
 عبداللہ بن الزبیر رضی کی روایت میں ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۸۸ ،  
 جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں "رواہ مسلم" کہ یہ مسلم کی روایت  
 ہے۔ یہ روایت مسلم جلد ۲ ص ۲۱۸ میں سے لیکن اس میں بصوتہ الاعلیٰ  
 کا جملہ بالکل نہیں ہے۔ یہ صاحب مشکوٰۃ کا وہم ہے اور مشکوٰۃ  
 میں ان کے کئی اور اویام بھی ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں ہیں۔  
 جاہلوں کو سمجھانا مشکل ہے۔

چوتھا حوالہ :- بحوالہ شامی جلد ۱ ص ۱۸۴ امام شعرانی رحمہ سے نقل کیا  
 ہے کہ علماء سلف و خلف کا اجماع ہے کہ مساجد وغیر مساجد  
 میں جماعت کا بل کر ذکر کرنا مستحب ہے۔

الجواب :- اس حوالہ کے نقل کرنے میں مولوی محمد صادق  
 صاحب نے جس وجہ اور تلبیس کا ثبوت دیا ہے غالباً یہود بھی  
 اس سے شرمنا جائیں گے، یہ الگ بات ہے کہ بریلویوں کے

اس خطیب کو شرم نہ آئے۔ شامی میں فی المسجد وغیرہا کے آگے یہ استثناء بھی ہے جس کو مولوی صاحب شیرداد سمجھ کر مضموم کر گئے ہیں۔

الان یشوش جہرہم علی      مگر یہ کہ ذکر کرنے والوں کا جہر  
 قائم اوصل او قارئی اھ      سونے والے یا نمازی یا قاری کے  
 (شامی جلد ۱ ص ۶۱۸)      لئے تشویش کا ذریعہ ہو تو پھر بہر  
 سے پڑھنا مستحب نہیں ہے۔

دیکھیے کس طرح مولوی صاحب نے بے حیائی کا مظاہر کیا ہے کہ مستثنیٰ منہ ذکر کر دیا ہے اور مستثنیٰ کھا گئے ہیں۔

پانچواں حوالہ :- تفسیر روح البیان جلد ۲ ص ۲۶۱، ۲۶۲ - مرقات شرح مشکوٰۃ اور خزینۃ الاسرار ص ۷ میں مذکور ہے۔ ریاکاری کا خوف نہ ہو تو بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے تاکہ نیند اور غفلت دور ہو الخ (محصلہ)

الجواب ۱- بلاشک بعض علماء کے نزدیک بعض اوقات ذکر بالجہر جائز ہے مگر روح البیان وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے کہ نمازیوں اور سونے والوں کو تکلیف نہ ہو اور مرقات کا حوالہ گزر چکا ہے کہ مسجدوں میں ذکر بالجہر حرام ہے

اور مرقات ہی میں ہے کہ :-

ولین الاسرار فی سائر الاذکار  
تمام اذکار میں آہستہ پڑھنا سنت  
ایضاً لافى التلبیة والقنوت  
ہے ، ہاں تلبیہ اور قنوت (نازلہ)  
للہام الخ (مرقات جلد ۲ ص ۱۵۱)  
میں امام کے لئے جہر سے  
پڑھنا درست ہے الخ -

پھر اس ذکر سے نمازوں کے بعد بلند آواز سے درود  
شریف پڑھنے کا کیا تعلق جو مشہر صاحب کا باطل مدعی ہے۔ دعو  
اور دلیل میں مناسبت درکار ہے جو یہاں مفقود ہے۔

چھٹا حوالہ :- کہ امام سیوطیؒ اور شیخ عبدالحق دہلویؒ اور مولانا  
عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے ذکر بالجہر پر کتابیں لکھی ہیں (محصلاً)

الجواب ؛ اپنے موقع پر ذکر بالجہر بعض کے نزدیک جائز  
ہے لیکن نمازوں کے بعد اور مسجدوں میں اور پھر درود شریف  
بلند آواز سے پڑھنا اور اذانوں کے بعد گلے پھاڑ پھاڑ کر  
پڑھنا ، اس پر ان بزرگوں نے کون سی کتاب تصنیف فرمائی  
ہے ؟ اور اسی طرح فتاویٰ خیر یہ میں جو یہ لکھا ہے کہ صوفیاء کرام  
مسجدوں میں بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے (محصلاً) تو اس کا جواب یہ  
ہے کہ اولاً تو میدانِ فتویٰ میں فقہاء کرام کی بات کا اعتبار ہوتا

ہے، نرے صوفیاء کی بات کوئی وقعت نہیں رکھتی، حضرت  
 مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ عملِ صوفیہ در حل و حرمت سند  
 نیست ہمیں بس است کہ مایشاں معذور داریم اھ کتبات دفتر اول صفحہ ۲۳۵  
 ثانیاً اس سے اس کا ثبوت کیونکہ ہوا کہ وہ نمازوں کے بعد  
 پڑھتے تھے اور پھر درود شریف بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ اس  
 کے خلاف حضرت ابن مسعودؓ کا حوالہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے  
 کہ صحابہ کرامؓ مسجودوں میں حلقے باندھ کر اور بلند آواز سے  
 درود نہیں پڑھتے تھے (محصلہ)

ساتواں حوالہ: سُرخس نے یہ قائم کی ہے کہ "بلند آواز سے درود  
 شریف پڑھنے کی فضیلت" اور پھر آگے علامہ عبدالرحمن صفوریؒ کے  
 حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب واعظان اللہ و مصلحان کتبہ الآیہ  
 پڑھے تو سامعین بلند آواز سے درود شریف پڑھیں اور پھر آگے  
 المورد العذب نامی ایک مجہول کتاب سے ایک عجیب و  
 غریب افسانہ بھی درود شریف کے بارے میں لکھا ہے اور  
 آخر میں لکھا ہے کہ امام نوویؒ نے کتاب الاذکار میں خطیب  
 بغدادیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ بلند آواز سے درود  
 شریف پڑھنا مستحب ہے۔ (محصلہ)

الجواب: عجیب منطقی ہے، دعویٰ تو یہ ہے کہ نمازوں کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور دلیل یہ ہے کہ جب داعظ یہ آیت پڑھے تو سامعین بلند آواز سے درود شریف پڑھیں؟ اور پھر صفوریؒ وغیرہ کا فتویٰ حضرت ابن مسعودؓ کے فتویٰ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اور مطلق بعض اوقات میں بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کے ہوا سے اذانوں اور نمازوں کے بعد مقتید طور پر پڑھنے کا ثبوت کہاں سے؟ فقہاء کرامؒ نے تو تصریح کی ہے کہ جب امام خطبہ میں **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ الْيَكْتُمُونَ** پڑھے تو سامعین زبان کو حرکت تک نہ دیں بلکہ دل میں درود شریف پڑھیں (کفایہ جلد ۱ ص ۶۵ و شرح وقایہ جلد ۱ ص ۱۵۱ و سر اجیہ ص ۱۷۱) مگر علامہ حسینیؒ، حافظ ابن الہمامؒ اور علامہ شامیؒ اس موقع پر آہستہ پڑھنے کی بھی صراحت سے مخالفت نقل کرتے ہیں (مبسوط جلد ۲ ص ۲۹، فتح القدیر ج ۲ ص ۴۲۲ اور فتح الملہم جلد ۲ ص ۴۲۲) لہذا یہ قول بھی اپنے عہد پر نہیں ہے۔

آنھوں نے حوالہ: فریق مخالف کے امام ابن القیمؒ جلاء الاہتمام ص ۲۷ میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھو کہ تم جہاں بھی ہو گے مجھے آواز پہنچ جائے گی (محصلاً)

الجواب :- اس کی سند میں سعید بن ابی ہلال عن ابی الدرداء ہے اور سعید بن ابی ہلال کی سماعت ابوالدرداء سے ثابت نہیں ہے۔ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ سعید بن ابی ہلال کی ولادت ۳۶ھ میں ہوئی ہے (تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۹۵) اور حضرت ابوالدرداء کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی (الکمال ص ۵۹۲) اس روایت سے حاضر ناظر جیسا مسئلہ ثابت کرنا کارے دارد۔ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ دور دراز سے جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اس کو فرشتے پہنچاتے ہیں، آپ خود دور سے نہیں سنتے۔ اور پھر بروز جمعہ بکثرت درود شریف پڑھنے سے جہر کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا اور سگے پھاڑ پھاڑ کر پڑھنے کا ثبوت اس سے کیسا؟ غرضیکہ جو بات اس سے ثابت ہے اس کا انکار نہیں اور جس کا انکار ہے وہ ثابت نہیں نوال حوالہ :- (دلائل الخیرات ص ۵۲) کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل محبت کا درود میں خود سنتا ہوں اور انھیں پہنچاتا ہوں۔ (محصلاً)

الجواب :- یہ روایت بالکل بے موضوع اور بے سند ہے۔ اگر مولیٰ

محمد صادق صاحب میں ہمت اور غیرت ہے تو اس کی سند اور راویوں کی توثیق اور سند کا اتصال اور معتبر محدثین کرام سے اس کی باحوالہ تصحیح نقل کریں۔ ویدہ باید چند بزرگوں کے حوالہ سے دلائل الخیرات کے مستند ثابت کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ حدیث کی سند اور اس کی صحت درکار ہے۔

دسواں حوالہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان مجھے سلام عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو عالم استغراق سے اُس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ مشکوٰۃ شریف (محصلاً)

الجواب :- اس کا بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ جب فرشتوں کے ذریعہ آپ تک درود شریف پہنچایا جاتا ہے تو اس وقت عالم استغراق سے متوجہ ہو کر آپ اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ اس بات میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ گیارہواں حوالہ :- کہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۷ میں حدیث آتی ہے اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اس کا ترجمہ مولوی محمد صادق صاحب نے کیا ہے جو خالص تحریف ہے۔ یعنی جو غیب و دور کی چیز تم نہیں دیکھتے، وہ میں دیکھتا ہوں اور جو

غیب و دُور کی بات تم نہیں سُنتے میں سُنتا ہوں۔

الجواب :- غیب و دُور کے الفاظ مولوی صاحب کی خانہ ساز اختراع اور ایجاد بندہ ہے۔ اس کا صحیح مطلب تو یہ ہے کہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں، فرشتہ جو وحی لاتا ہے اور وحی سُناتا ہے اُسے میں دیکھتا بھی ہوں اور اس کا کلام سُنتا بھی ہوں اور اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ احیاناً مجھے جو دکھا دے اور جو سُناتا دے میں دیکھتا اور سُنتا ہوں۔ نہ ہر وقت ایسا ہوتا ہے اور نہ غیب و دُور اس سے مراد ہے۔ کیونکہ یہ مطلب قرآن و حدیث کی نصوص قطعاً صریحہ کے خلاف ہے جو یقیناً باطل اور مردود ہے۔

بارھواں حوالہ :- کہ علامہ یوسف نہمانیؒ اور شیخ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ جب آپؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرے اور دُرُودِ عرض کرے تو حیا و ادب و تعظیم کی حالت اختیار کر، اس لئے کہ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے اور تیرا کلام سُنتے ہیں کیونکہ آپ صفاتِ الہی سے متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے: انا جلس من ذکرتی ۱۱ (سعادت السدائین

۳۵۴ و مدارج النبوة جلد ۱ ص ۶۲) (محصلاً)

الجواب :- مولوی صاحب نے اس حوالہ میں نہایت شرمناک

دھوکہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دجل اور تبلیس، فریب اور مکاری سے بچائے۔ مدارج النبوة کی اصل عبارت یوں ہے :-

نوع ثانی کہ تعلق معنوی است۔ بجناب محمدی و آل نیر دو قسم است اول و دوم استحضار اک صورت بدیع المثال و اگر مہستی تو کہ تحقیق دیدہ وقتی از اوقات در خواب و تو مشرف شدہ بدان پس استحضار کن صورتی را کہ دیدہ در نام و اگر ندیدہ ہرگز و مشرف نہ شدہ باک و استطاعت نذاری کہ استحضار کنی اک صورت موصوفہ باین صفات را بعینہا ذکر کن او را و درود بفرست بروئے صلی اللہ علیہ وسلم و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات و می بینی تو اورا متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیا و بدانکہ وی صلی اللہ علیہ وسلم می بیند و میشنود کلام ترا الخ۔  
(مدارج النبوة۔ جلد ۲۔ ص ۱۵۱)

حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر خواب میں تجھے آپ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی تو تو آپ کا ذکر کرتے وقت اور درود شریف پڑھتے وقت یہ تصور کر کہ گویا آپ حالت حیات میں تیرے پاس حاضر ہیں اور تو آپ کو ادب، اکرام، تعظیم، ہیبت اور حیا کے ساتھ دیکھ رہے ہو اور تو جان کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور تیرا کلام سن رہے ہیں الخ۔ یہ ساری عبارت جس میں و بدانکہ الخ کا جملہ بھی ہے، لفظ گویا کے نیچے داخل ہے۔ مگر

مشہر صاحب نے خدا تعالیٰ کا خوف دل سے نکال کر لفظ گویا (اور جروت عطف) اڑا دیا ہے اور اس کی جگہ تحقیق تجھے دیکھتے ہیں، کر دیا ہے۔ صد افسوس ہے اس دیانت اور علم پر اور تلف ہے اس مصنوعی پرہیزگاری پر لاکھول ولا قوۃ الا بالی اللہ۔

تیسرے سوال کا حوالہ دیا ہے کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وغیرہ کے الفاظ سے درود شریف بزرگوں سے ثابت ہے

سیرت حبیبہ ص ۲۱۴، نسیم الرین جلد ۳ ص ۲۹۳، انبیاہ فی سلاسل اولیاد اللہ ص ۱۲۷۔ اور حضرت شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ پورے سو ولیوں نے ان کلمات سے فیض پایا ہے جلالہ انہام ص ۲۷۵۔

روح البیان۔ اور آخر میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی کتاب الشہاب الثاقب ص ۱۷۸ کا حوالہ دیا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ درود شریف پڑھنا اگرچہ بصیغۃ خطاب و مذاکیوں نہ ہو، مستحب ہے۔ (محصلاً)

الجواب :- ہم اور ہمارے تمام اکابر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو بطور درود شریف پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ یہ بھی فی الجملہ اور مختصر طریقہ سے درود شریف کے الفاظ ہیں، ہاں البتہ سرت خطاب اور جروت یا سے حاضر و ناظر مراد لینا کفر ہے چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تصریح کی ہے کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھا جا سکتا ہے مگر آپ کو حاضر و ناظر نہ سمجھو ورنہ اسلام کیا کفر ہوگا۔ اصل الفاظ یوں ہیں :-

اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ صلی

ﷺ کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہیے ورنہ اسلام کیا ہوگا کفر ہوگا بلکہ یوں سمجھیے کہ یہ پیغام فرشتے پہنچاتے ہیں بلقلم (فیوض قاسمیہ ص ۱۸) اور بیلولی حضرات کے مشہور مولوی جن کی کتاب پران کی بدعت کی عمارت کھڑی ہے مولوی عبدالسمیع صاحب لکھتے ہیں کہ جو کوئی کہتا ہے ۵

تمہارے نام پر قربان یا رسول اللہ فدا ہوں تم یہ میری جان یا رسول اللہ

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے۔ مراد اس کی جملہ خبر یہ ہے کہ اس نے لفظ ندا یہ بولا ہے کیا ضرور ہے کہ یوں کہو یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے۔ ہاں البتہ تم خود محنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جاتے ہو یہ کہہ کر کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو، حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے۔ (انوار ساطعہ ص ۲۲۹)۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا مولوی عبدالسمیع صاحب کے نزدیک بھی کفر و شرک ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بلند آواز سے اذان کے بعد یا پہلے یا منازوں کے بعد درود شریف پڑھنے کے ثبوت میں کوئی صریح اور صحیح حوالہ موجود نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ٹھوس حوالے موجود ہیں جن میں بعض پیش کر دیئے گئے ہیں اہل بدعت عموماً اور مولوی محمد صادق صاحب خصوصاً لوگوں کو دھوکہ

دیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؓ اور تبع تابعینؓ اور ائمہ دینؒ اور سلف صالحینؒ کے صحیح طریقہ کو چھوڑ کر نئی نئی بدعتیں نکالتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت پر چلنے کی اور بدعت سے بچنے کی توفیق بخشے۔ (آمین ثم آمین)

**ضمیمہ**  
حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ ذکر بالجہر کی تفصیل کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :-

|                                       |                                  |
|---------------------------------------|----------------------------------|
| امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب شعب الايمان  | وروی البیہقی فی کتاب شعب الایمان |
| میں حضرت سعد بن مالک کے طریق          | عن سعد بن مالک مرفوعاً خیر الذکر |
| سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے       | الخفی وخیر للرزق ما یخفی و فی    |
| روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہتر     | النهاية شرح الهدایة المستحب عند  |
| ذکر وہ ہے جو آہستہ اور خفی طریقہ سے   | الادکار الخفیة الاما تعلق باعلاء |
| ہو اور بہتر رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے | مقصود کالاذان والتلبیة انتہی     |
| اور ہدایہ کی شرح نہایت میں لکھا       | وضوح کثیر من الخفیة منهم         |

لے یہ روایت علاوہ اس مذکور حوالہ کے جو پہلے لڑ چکا ہے سوا اور انظر ان صفحہ ۷۷ میں بھی ہے۔

ہے کہ ہمارے (یعنی حنفیوں کے) نزدیک مستحب یہ ہے کہ اذکار حنفیہ اور آہستہ ہوں مگر ہاں جہاں ان کے جہر سے کوئی مقصود وابستہ ہو، مثلاً اذان اور حج میں تبلیغ، اور بہت سے احناف نے جن میں صاحبِ ہدایہ بھی شامل ہیں اس کی تصریح کی ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے اور اصل ذکر میں یہ ہے کہ آہستہ ہو۔ حاصل یہ ہے کہ جہر اگرچہ جائز ہے لیکن حد سے زیادہ جہر سے ذکر کرنا ممنوع ہے اور آہستہ ذکر جہر غیر مفرط سے بھی بہتر ہے۔ کیوں بہتر نہ ہو جبکہ جہر مفرط کئی خوابیوں کو مستلزم ہے ایک یہ کہ سونے والوں کی نیند میں خلل پڑتا ہے۔

صاحب الہدایۃ ان الجہر بالذکر بدعتہ والاصل فیہ الاخفاء و الحاصل ان الجہر وان کان جائزاً لکن المفرط منہ منہی عنہ والسر۔ افضل من الجہر التعلیم المفرط ایضاً کیف والجہر المفرط یستلزم مفسادہا لبقاظ النیام و متہا شغل قلوب المصلین و هو یفضی الی سہر و متہاترک الخشوع عما یتبعی الی غیر ذلک من المفسدات التي لا تخصی وان شئت زیادۃ التفصیل فی ہذا فارجع الی رسالتی سباحۃ الفکر بالجہر بالذکر انتہی۔ ریختہ فتاویٰ جلد ۲۰ ص ۱۸۷

دوسرا یہ کہ نمازیوں کے دل مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ نماز میں بھول جاتے ہیں اور تیسرے یہ کہ اخلاص اور خشوع اس سے ترک ہو جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بے شمار خرابیاں ہیں اگر اس میں زیادہ تفصیل چاہتے ہو تو میرے رسالہ ”سباحۃ الفکر بالجہر بالذکر“ کی طرف مراجعت کرو۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ جہر مفطر کے تو کسی طرح قائل نہیں ہیں اور آجکل لاؤڈ سپیکر پر گلے پھاڑ پھاڑ کر جو ذکر کیا جاتا ہے وہ جہر مفطر نہیں تو اور کیا ہے۔ اور مولانا نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ جہر غیر مفطر سے بھی ذکر خفی افضل ہے اور پھر جہر مفطر کے کئی مفاسد اور خرابیاں بھی بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک نمازیوں کی نماز میں خلل ہے اور کوئی منصف مزاج آدمی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج کل اہل بدعت اپنی مسجدوں

میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے جو صلوٰۃ و سلام اور بُرعمِ نَوْدِ نعتیہ اور عشقیہ کلام پڑھتے ہیں۔ اس سے نہ صرف یہ کہ دوسری مسجدوں میں نمازیوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے بلکہ گھروں اور محلوں میں عورتوں کی نمازوں میں بھی خلل پیدا ہوتا ہے۔ الغرض حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ کو اپنا ہم نوا سمجھنا جیسا کہ مشہر صاحبؒ نے کہا ہے، ایک بے بنیاد امر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

